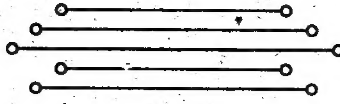
تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ
عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ
لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا
مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے تئیں آپ ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے ○ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ یہ محروم ہی محروم کئے گئے ○ انہوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرف کر دیا ○ البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بھی بہت بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی ○

تصدیق نبوت کے لئے احمقانہ شرائط: ☆☆ (آیت: ۲۱۔۲۴) کافر لوگ انکار نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بناتے تھے کہ اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یعنی جب تک خود ہمیں وہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبیوں کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ لیں۔ خود فرشتے آ کر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کفار نے کہا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا یعنی تو اللہ کو لے آ فرشتوں کو بنفس نفیس ہمارے پاس لے آ۔ اس کی پوری تفسیر سورۂ سبحان میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ یہ بات اس لئے ان کے منہ سے نکلی کہ یہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا۔ ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی۔ یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ الخ اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اس وقت کی اور بھی تمام چیزیں ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو یہ دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کے لئے ان کا دیکھنا کچھ سودمند نہ ہوگا۔ اس سے مراد سکرات موت کا وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کی خبر انہیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس تو خبیث اور ناپاک جسم میں تھا اب گرم ہواؤں گرم پانی اور نامبارک سایوں کی طرف چل۔ وہ نکلنے سے کتراتی ہے اور بدن میں چھپتی پھرتی ہے اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر ضربیں مارتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور

کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب چکھنے پڑیں گے۔ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ سے متعلق ناحق الزامات تراشتے تھے۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ مومنوں کا حال ان کے بالکل برعکس ہوگا' وہ اپنی موت کے وقت خوشخبریاں سنائے جاتے ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دیئے جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الخ جنہوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور مانا' پھر اس پر جمے رہے' ان کے پاس ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو' ان جنتوں میں جانے کی خوشی مناؤ جن کا تمہیں وعدہ دیا جاتا رہا۔ ہم تمہارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی' تم جو کچھ چاہو گے' پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے' موجود ہو جائے گی' بخشنے والے مہربان اللہ کی طرف سے یہ تمہاری میزبانی ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں' اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں۔ سورۂ ابراہیم کی آیت يُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ کی تفسیر میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں۔

بعض نے کہا ہے' مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو' اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے نفی نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے' مومنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ' فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔ حِجْرٌ کے لفظی معنی روک ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا حماقت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں حَجَرَ الْقَاضِيْ عَلٰى فُلَانٍ۔ حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے۔ عقل کو بھی عربی میں حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی انسانوں کو برے کاموں سے روک دیتی ہے۔ پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوش خبریاں مومنوں کو اس وقت ملتی ہیں' اس سے تم محروم ہو۔ یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملے کو فرشتوں کا قول کہا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہوگا' وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کرے تم ہم سے آڑ میں رہو' تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے۔ گو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن دور کے معنی ہیں۔ بالخصوص اس وقت کہ جب اس کے خلاف وہ تفسیر جو ہم نے اوپر بیان کی اور سلف سے مروی ہے۔ البتہ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک قول ایسا مروی ہے لیکن انہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا' واللہ اعلم۔ پھر قیامت کے دن' اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت اور اکارت ہو جائیں گے۔ یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے' وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے۔ اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو' وہ اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں۔ ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں' ان میں نظر تو آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ نہیں آتے۔ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو۔ اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے۔ ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا شریعت کی مطابقت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے۔ پس جب یہ عالم و عادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور نہ ہاتھ لگنے والی چیز سے تشبیہ دی گئی۔ جیسے اور جگہ ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ الخ کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا

دے۔ انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہیں جیسے صدقہ خیرات کہ وہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں اور آیت میں ان کے اعمال کی مثال اس ریت کے ٹیلے سے دی گئی جو دور سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے‘ جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن پاس آتا ہے تو امید ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کی تفسیر بھی اللہ کے فضل سے گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان کے مقابلے میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں۔ جنتی تو بلند درجوں میں‘ اعلیٰ بالا خانوں میں امن وامان‘ راحت وآرام کے ساتھ عیش وعشرت میں ہوں گے۔ مقام اچھا‘ منظر دل پسند‘ ہر راحت موجود‘ ہر دل خوش کن چیز سامنے‘ جگہ اچھی‘ مکان طیب‘ منزل مبارک‘ سونے بیٹھنے رہنے سہنے کا آرام‘ برخلاف اس کے جہنمی دوزخ کے نیچے کے طبقوں میں جکڑ بند‘ اوپر نیچے دائیں بائیں آگ‘ حسرت‘ افسوس‘ رنج‘ غم‘ پھکنا‘ جلنا‘ بے قرار‘ جگر سوز‘ مقام بد‘ بری منزل‘ خوفناک منظر‘ عذاب سخت۔ نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا‘ اعمال مقبول ہوئے‘ اچھی جزائیں دی گئیں‘ بدلے ملے۔ جہنم سے بچے‘ جنت کے وارث و مالک بنے۔ پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور وہ جو ہر نیکی سے محروم رہے‘ کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی اپنی حوروں کے ساتھ دن دوپہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دوپہر کو گھبرائیں۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ آدھے دن میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ پس جنتیوں کے لئے دوپہر کے سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور دوزخیوں کا جہنم میں۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں‘ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب یہاں دنیا میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں۔ جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا۔ مچھلی کی کلیجی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ دن آدھا ہوا اس سے بھی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے‘ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَھُمْ لَا اِلَی الْجَحِیْمِ بھی پڑھی۔ جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری کے سامنے پیش ہوں گے‘ یہی آسانی سے حساب لینا ہے۔ پھر یہ جنت میں جا کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ جیسے فرمان اللہ ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِهٖ مَسْرُوْرًا یعنی جس شخص کو اپنا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا‘ اس سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا۔ اس کا قیام اور منزل بہتر ہے۔

صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا۔ ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا۔ اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی۔ پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا۔ پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی۔ جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ اے اللہ میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ فرمائے گا۔ یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔ اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا‘ کہو کس حال میں ہو‘ یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں ہوں۔ پھر جنتی کو بلایا جائے گا‘ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا‘ کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا‘ الحمد للہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں۔ اللہ فرمائے گا‘ جاؤ اپنی اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔ حضرت سعید صواف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

ہے کہ مومن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائے گا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت' وہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں ۔ پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے ۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

جس دن آسمان بادل پر پھٹ جائے گا اور فرشتے لگا تار اتریں گے ○ اس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمان کا ہی ہو گا ۔ یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہو گا ○ اس دن ستم گر شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا' ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ لی ہوتی ○ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست بنایا ہوا نہ ہوتا ○ اس نے مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی' شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے ○

فیصلوں کا دن: ☆☆ (آیت: ۲۵-۲۹) قیامت کے دن جو ہولناک امور ہوں گے' ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی ہے جس کی روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی ۔ پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسان کو گھیر لیں گے ۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کے لئے تشریف لائے گا ۔ جیسے فرمان ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ الخ یعنی کہ انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں میں آئیں ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا ۔ تمام جانور' چوپائے' درندے' پرندے اور کل مخلوق وہاں ہو گی ۔ پھر آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے ۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے' پھر تیسرا آسمان شق ہو گا' اس کے فرشتے بھی دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہوں گے ۔ سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے ۔ پھر اسی طرح چوتھا' پھر پانچواں' پھر چھٹا' ساتواں' پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا' اس کے اردگرد بزرگ تر پاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہوں گے ۔ ان پر سینگوں جیسے نشان ہوں گے' وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح وتہلیل وتقدس بیان کریں گے' ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہو گا اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی ۔ اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہو گا ۔ اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہو گا اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہو گا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہو گا ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ قیامت کا نام يَوْمَ التَّلَاقِ اسی لئے ہے کہ اس میں زمین و آسمان والے ملیں گے ۔ انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لیں گے کہ ہمارا اللہ آیا ۔

لیکن فرشتے سمجھا دیں گے ۔ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا ۔ پھر جب کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آ جائیں گے' اللہ

تعالیٰ اپنے عرش پر تشریف لائے گا جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جن کے ٹخنے سے گھٹنے تک ستر سال کا راستہ ہے اور ران اور مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے' ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ ہے' ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی ہے اور زبان پر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کا وظیفہ ہے۔ ان کے سروں پر ایک پھیلی ہوئی چیز ہے جیسے سرخ شفق' اس کے اوپر عرش ہوگا۔ اس میں راوی علی بن زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں۔ اور بھی اس حدیث میں بہت سی خامیاں ہیں۔ صور کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور آیت میں ہے کہ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ کر روئی کی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے۔ شہر بن حوشبؒ کہتے ہیں' ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ اے اللہ تو پاک ہے' تو قابل ستائش و تعریف ہے۔ باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتنا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اور چار کی تسبیح یہ ہوگی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ اے اللہ تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے' تیرے ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرماتا رہتا ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرش کو اترتا دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی' جسم کانپ اٹھیں گے' دل لرز جائیں گے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ عزوجل مخلوق کی طرف اترے گا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے۔ بعض نور کے' بعض ظلمت کے۔ اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے۔ شاید ان کی یہ روایت انہی دو تھیلوں میں سے لی ہوئی ہوگی' واللہ اعلم۔

اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ الخ آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب وقہار کے لئے۔ صحیح حدیث میں ہے' اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا' پھر فرمائے گا میں مالک ہوں' میں فیصلہ کرنے والا ہوں' زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑا ہوگا۔ اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ دن بہت گراں گزرے گا۔ ہاں مومنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی۔ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ پچاس ہزار سال کا دن تو بہت ہی دراز ہوگا۔ آپ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے اور آپ کے لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر' رسول ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہوں پہ چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے۔ گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے۔ جیسے فرمان ہے يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ پوری دو آیتوں تک۔ پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا' اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور آہ وزاری کر کے کہے گا' کاش کہ میں نے نبی کی راہ اپنائی ہوتی۔ کاش کہ میں نے فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی جس نے مجھے راہ حق سے گم کر دیا۔ امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا اور ان کے سوا اور بھی ایسے لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ کہے گا کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بیگانہ کر دیا حالانکہ وہ مجھ تک پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے' وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے ہٹا دیتا ہے۔

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار' بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا○ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے' تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا ہے اور مدد کرنے والا کافی ہے○

شکایت نبوی ﷺ ☆☆ (آیت ۳۰-۳۱) قیامت والے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت کی شکایت جناب باری تعالیٰ میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف مائل تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو- یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا- نہ اس پر ایمان لاتے تھے' نہ اسے سچا جانتے تھے' نہ اس پر غور وفکر کرتے تھے' نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے' نہ اس پر عمل تھا' نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے' نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے بلکہ اس کے سوا اور کلاموں میں مشغول ومنہمک رہتے تھے جیسے شعر اشعار' غزلیات' باجے گاجے' راگ راگنیاں' اسی طرح اور لوگوں کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے' یہی اسے چھوڑ دینا تھا- ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے' ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ناپسندیدہ کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں- وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اس پر عمل کرنے کی ہدایت دے' جس سے وہ خوش ہو' وہ کریم ووہاب ہے-

پھر فرمایا' جس طرح اے نبیؐ آپ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں' اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریک کار کرتے تھے اور اپنی گمراہی کے پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے- جیسے فرمان ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا الخ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین وانسان بنا دیئے ہیں-

پھر فرمایا' جو رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرے' کتاب اللہ پر ایمان لائے' اللہ کی وحی پر یقین کرے' اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے- مشرکوں کی جو خصلت اوپر بیان ہوئی' اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ مسلمانوں پر غالب رہیں- اس لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامراد ہی رہیں گے- اللہ اپنے بندوں کو خود ہدایت کرے گا- اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا- یہ معاملہ اور ایسوں کا مقابلہ کچھ تجھ سے ہی نہیں' تمام اگلے نبیوں کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے-

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع ۱۴

کافر کہنے لگے کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا؟ اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ اس سے ہم تیرا دل قوی کریں ہم نے اسے ٹھہرا ٹھہرا کر ہی پڑھ سنایا ہے ○ یہ تیرے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہہ تجھے بتا دیں گے ○ جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی بدتر مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں ○

قرآن حکیم مختلف اوقات میں کیوں اترا؟ ☆☆ (آیت ۳۲-۳۴) کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے توریت انجیل زبور وغیرہ ایک ساتھ پیغمبروں پر نازل ہوتی رہیں یہ قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت ﷺ پر نازل کیوں نہ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ متفرق طور پر اترا ہے بیس برس میں نازل ہوا ہے جیسے جیسے ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تاکہ مومنوں کا دل جما رہے۔ ٹھہر ٹھہر کر احکام اترے تاکہ ایک دم عمل مشکل نہ ہو پڑے وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے۔ سمجھ میں آ جائے۔ تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے۔ ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی زیادہ واضح ہوگا۔ جو کمی یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ صبح شام رات دن سفر حضر میں بار بار اس نبی ﷺ کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کے لئے ہمارا کلام ہمارے نبی کی پوری زندگی تک اترتا رہا۔ جس سے حضور ﷺ کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہی لیکن دوسرے انبیاء علیہ السلام پر ایک ہی مرتبہ سارا کلام اترا مگر اس بہترین نبی ﷺ سے اللہ تبارک وتعالیٰ بار بار خطاب کرتا رہا تاکہ اس قرآن کی عظمت بھی آشکار ہو جائے اس لیے یہ اتنی لمبی مدت میں نازل ہوا۔ پس نبی ﷺ بھی سب نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں بالا۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں۔ یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملاء اعلیٰ میں اترا۔ لوح محفوظ سے پورے کا پورا دنیا کے آسمان تک پہنچا۔ پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سارا قرآن ایک دفعہ ہی لیلتہ القدر میں دنیا کے آسمان پر نازل ہوا۔ پھر بیس سال تک زمین پر اترتا رہا۔ پھر اس کے ثبوت میں آپ نے آیت وَلَا يَأْتُونَكَ الخ اور آیت وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ الخ تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد کافروں کی جو درگت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور قبیح تر ذلت میں ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ یہ اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے۔ یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس نے انہیں پیر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ
وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ
فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ
وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا
وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا
ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا ○ اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے

ہیں - پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا ○ قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا - اور لوگوں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا دیا - ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں ○ اور عادیوں اور ثمودیوں اور کنوے والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا ○ ہم نے ہر ایک کے سامنے مثالیں بیان کیں - پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا ○

انبیاء سے دشمنی کا خمیازہ: ☆☆ (آیت: ۳۵-۳۹) اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ کے مخالفین کو اپنے عذابوں سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے کے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی' ان سے دشمنی کی' ان کی مخالفت کی' میں نے انہیں تہس نہس کر دیا - فرعونیوں کا حال تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث اللہ کا عذاب آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے - اس واسطے یہاں رسل جمع کر کے کہا گیا - اور یہ اس لیے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھی بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوح علیہ السلام نبی کے ساتھ کیا - یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے تھے بلکہ ان کے پاس تو صرف حضرت نوح علیہ اسلام ہی آئے تھے جو ساڑھے نو سو سال تک ان میں رہے' ہر طرح انہیں سمجھایا بجھایا لیکن سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا - اس لئے اللہ نے سب کو غرق کر دیا - سوائے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے - ایک بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا - لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعث عبرت بنا دی گئی - جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا تا کہ تم اسے اپنے لئے باعث عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے تمہیں بچا لیا اور ایماندار اور ایمان داروں کی اولاد میں رکھا - عادیوں اور ثمودیوں کا قصہ تو بارہا بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورۂ اعراف وغیرہ میں اَصۡحٰبُ الرَّسِّ کی بابت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ ثمودیوں کی ایک بستی والے تھے -

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝۴۰

یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بری طرح بارش برسائی گئی - کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کا عقیدہ ہی نہیں ○

(آیت: ۴۰) عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ فلیج والے تھے جن کا ذکر سورۂ یاسین میں ہے - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آذر بائی جان کے ایک کنوئیں کے پاس ان کی بستی تھی - عکرمہؒ فرماتے ہیں' انہیں کنوئیں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا - ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ' محمد بن کعب رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک سیاہ فام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا - اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن ان بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبیؑ کو ایک غیر آباد کنوئیں میں' ویران میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں - یہ غلام جنگل میں جاتا' لکڑیاں کاٹ کر لاتا' انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنوئیں پر آتا' اس پتھر کو سرکا دیتا - یہ ایک رسی میں لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھا پی لیتے - مدتوں تک یونہی ہوتا رہا - ایک مرتبہ یہ گیا' لکڑیاں کاٹیں' چنیں' جمع کیں' گٹھڑی باندھی' اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا' سو گیا - اللہ تعالیٰ نے اس

پر نیند ڈال دی' سات سال تک وہ سوتا رہا - سات سال کے بعد آنکھ کھلی' انگڑائی لی اور کروٹ بدل کر پھر سو رہا - سات سال کے بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے اپنی لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھائی اور شہر کی طرف چلا - اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا - شہر میں آ کر لکڑیاں فروخت کیں' حسب عادت کھانا خریدا اور وہیں پہنچا - دیکھتا ہے کہ کنواں تو وہاں ہے ہی نہیں - بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا - درحقیقت اس عرصہ میں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہوئے' انہوں نے جا کر اپنے نبی کو کنوئیں سے نکالا - سب کے سب ایمان لائے' پھر نبیؑ فوت ہو گئے - نبی علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں اسی حبشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا - پھر اسی نبی علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگایا گیا - آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں' پس یہ حبشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا - یہ روایت مرسل ہے اور اس میں غرابت و نکارت ہے اور شاید ادراج بھی ہے - واللہ اعلم -

اس روایت کو ان اصحاب رس پر چسپاں بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا - ہاں یہ ایک توجیہہ ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے - پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی - امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اصحاب رس وہی ہے جن کا ذکر سورۂ بروج میں ہے جنہوں نے خندقیں کھدوائی تھیں - واللہ اعلم -

پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں - ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام بیان کر دیا تھا' دلیلیں پیش کر دی تھیں' معجزے دکھائے تھے' عذر ختم کر دیئے تھے' پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا - جیسے فرمان ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کی بھی بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دیں - قرن کہتے ہیں امت کو - جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں - قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال ہے - کوئی کہتا ہے سو سال' کوئی کہتا ہے اسی سال' کوئی کہتا ہے چالیس سال' اور بھی بہت سے قول ہیں - زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ایک زمانہ والے ایک قرن ہیں - جب وہ سب مر جائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے - پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں - یہیں لوطی آباد تھے - جن پر زمین الٹ دی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور برا مینہہ ان پر برسا' جو سنگلاخ پتھروں کا تھا - یہ دن رات وہاں سے آمد و رفت رکھتے ہیں - پھر بھی عقلمندی کو کام میں نہیں لیتے - یہ بستیاں تو تمہاری گزرگاہ پر ہیں' ان کے واقعات مشہور ہیں - کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کہ سمجھ سکو - اور غور کرو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے وہ اللہ کے عذابوں کا شکار ہو گئے - پس انہیں اڑا دیا گیا' بے نشان کر دیئے گئے - بری طرح دھجیاں بکھیر دی گئیں - اسے سوچے تو وہ جو قیامت کا قائل ہو - لیکن انہیں کیا عبرت حاصل ہو گی جو قیامت ہی کے منکر ہیں' دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں -

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ
اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا
عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ
اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ
عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ
اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخراپن کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے ○ وہ تو کہئے کہ ہم جمے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں بہکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ دی تھی' یہ جب عذابوں کو دیکھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے بھٹکا ہوا کون تھا؟○ کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے؟ کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟○ کیا تو اسی خیال میں ہے کہ ان میں کے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ○

انبیاء کا مذاق: ☆☆ (آیت ۴۱-۴۴) کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر ہنسی مذاق اڑاتے تھے' عیب جوئی کرتے تھے اور آپ میں نقصان بتلاتے تھے- یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی- جیسے فرمان ہے- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا- کہنے لگے' وہ تو کہئے کہ ہم جمے رہے ورنہ اس رسول نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی- اچھا انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذاب کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی- اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے' نفس و شیطان جس چیز کو اچھی ظاہر کرتا ہے' یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں- بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا' اسی کے سامنے جھکنے اور سجدے کرنے لگے' اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا تو اس کے سامنے جھک گئے اور اول کو چھوڑ دیا- پھر فرماتا ہے' یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں' نہ ان کے کان ہیں نہ دل ہیں- چوپائے تو خیر قدرتاً آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے' یہ ان سے بھی زیادہ بہک گئے بلکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے- اور قیام حجت کے بعد' رسولوں کے پہنچ چکنے کے بعد بھی اللہ کی طرف نہیں جھکتے' اس کی توحید اور رسول ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے-

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے' اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا' پھر ہم نے آفتاب کو اس کا رہنما بنایا ○ پھر ہم نے اسے سہج سہج اپنی طرف کھینچ لیا ○ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ○

اگر وہ چاہے تو رات دن میں نہ بدلے: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۷) اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے- سائے کو وہ بڑھاتا ہے- کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے' اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا- جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا- اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا- ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' سائے کے پیچھے دھوپ' دھوپ کے پیچھے سایہ' یہ بھی قدرت کا انتظام ہے- پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں- ایک گھٹتا جاتا ہے تو دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب سرعت سے عمل میں آتا ہے- کوئی جگہ سائے دار باقی نہیں رہتی- صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے- آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں-

اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موتوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی' وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔ بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو' پھیل جاتے ہو اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون و آرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کرو۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ
مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ
لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے ولی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں ○ تا کہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں ○ بے شک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے ہیر پھیر کر لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں ○

بارش سے پہلے بارش کی خوش خبری: ☆☆ (آیت: ۴۸-۵۰) اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں' بعض انہیں اٹھاتی ہیں' بعض انہیں لے چلتی ہیں' بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو باران رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں' بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے۔ یہاں طہور ایسا ہی ہے جیسا سحور اور وجور وغیرہ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعول معنی میں فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے مبنی ہے یا متعدی کے لئے۔ یہ سب اقوال لغت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں۔ پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا۔ بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے' آپ نے ایسے راستہ پر نماز ادا کی۔ میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا' اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اسے پاک اتارا ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بیر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پانی پاک ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اسے وارد کیا ہے۔ امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید نے کہا' بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں' بعض پانی وہ ہوتے ہیں جسے بادل سمندر سے پیتا ہے اور

اسے گرج' کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی۔ ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولو اور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی فِی الْبَرِّ بُرٌّ وَّ فِی الْبَحْرِ دَرٌّ زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد' بنجر' خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں' وہ لہلہانے لگتی ہے اور تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ الخ علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے' یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے' ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ اللہ کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے' ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا ہے' گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں' برستا ہے' اس میں بھی حکمت و حجت ہے۔

بارش اللہ کے حکم سے: ☆☆ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال کے کم و بیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے' جہاں سے چاہے پھیرے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر دی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔ ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے' وہ یہ ہے' آپ ان سے جو چاہیں' دریافت فرمالیں۔ اس نے کہا' یا رسول ﷺ اللہ ہمارے پاس تو اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ ہم تعمیل ارشاد کر دیتے ہیں۔ بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائے گئے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' لوگو جانتے ہو' تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا' اللہ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے' آپ نے فرمایا' سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے' وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کے اثر سے پانی برسایا گیا' انہوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لائے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾

اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے ○ پس تو کافروں کا کہنا نہ مان اور حکم الٰہی ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کر ○

النبی کل عالم علیہ السلام: ☆☆ (آیت: ۵۱-۵۲) اگر رب چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دے دیا ہے کہ قرآن کا وعظ سب کو سنا دے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے' ہوشیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے' اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور فرمان ہے کہ تو مکے والوں کو اور چاروں طرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اور آیت میں ہے کہ اے نبی' آپ کہہ دیجئے کہ اے تمام لوگو میں تم سب کی طرف رسول ﷺ بن کر آیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے' میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے

کہ تمام انبیا اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پھر فرمایا' کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے۔ يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ یعنی اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں۔ یہ ہے میٹھا اور مزے دار اور یہ ہے کھاری' کڑوا' اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کردی ○ وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا' پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا' تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے ○

(آیت: ۵۳-۵۴) اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے۔ میٹھا اور کھاری۔ نہروں' چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں' صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ اس نے میٹھے پانی کی چاروں طرف ریل پیل کر دی تا کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے' مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھارے پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں' ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں' تلاطم پیدا کر رہے ہیں' بعض میں مد و جزر ہے۔ ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے۔ پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آجاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا' یہ بھی چڑھنے لگا۔ چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا۔ پھر اترنا شروع ہوا' ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے' وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے۔ اس میں جو جانور مر جاتے ہیں' ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مردہ پاک طیب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا' اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ مالک' شافعی اور اہل سنن رحمتہ اللہ علیہم نے اسے روایت کیا ہے اور اسناد بھی صحیح ہے۔

پھر اس کی اس قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے۔ نہ کھارا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھارے میں مل سکے۔ جیسے فرمان ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ الخ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے ہیں کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر ہو؟ اور آیت میں ہے' کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی؟ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے۔ اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنا دیئے۔ پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے۔ اتنے بڑے قادر اللہ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ
الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾
قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ
اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ
وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۗ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾

اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں' کافر تو ہے ہی اپنے رب کی طرف پیٹھ کرنے والا ○ ہم نے تو تجھے خوش خبری اور ڈر سنانے والا نبی بنا کر بھیجا ہے ○ کہہ دے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کسی بدلے کو نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے ○ اس ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتا رہ' وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے ○

آبائی گمراہی: ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۸) مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔ صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت اپنے دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ و رسول ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور الٰہی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہو گا۔ یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں' انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا۔ ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ سچے اللہ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے' شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے' یہ الٰہی احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ' اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ سوائے اللہ کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے' اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں۔ اے پیغمبر ﷺ اپنے تمام کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھئے' جو ہمیشہ اور دوام والا ہے' جو موت و فوت سے پاک ہے' جو اول و آخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز کا عالم ہے۔ جو دائم' باقی' سرمدی' ابدی' حی و قیوم ہے' جو ہر چیز کا مالک اور رب ہے' اس کو اپنا ماویٰ و ملجا ٹھہرا لے۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے' ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے' وہی ناصر ہے' وہی موید و مظفر ہے۔ جیسے فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اے نبیؐ جو کچھ آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے' اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہئے۔ اللہ آپؐ کو لوگوں کے برے ارادوں سے بچا لے گا۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینے کی کسی گلی میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا' اے سلمان مجھے سجدہ نہ کر' سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح و حمد بیان کرتا رہ۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ ہی کی کر' توکل صرف اسی کی ذات پر کر۔ جیسے فرمان ہے' مشرق و مغرب کا رب

وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ۔ اور جگہ ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور آیت میں ہے اعلان کر دے کہ اسی رحمان کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے۔ اس پر بندوں کے سب اعمال ظاہر ہیں کوئی ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی پراسرار بات بھی اس سے مخفی نہیں۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيرًا ﴿۵۹﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿۶۰﴾ ع ۱۶

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کے اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں ہی پیدا کر دیا۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا وہ رحمٰن ہے۔ تو اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے ○ ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے دے ان کا تو بدکنا ہی بڑھتا ہے ○

(آیت: ۵۹-۶۰) وہی تمام چیزوں کا خالق ہے مالک وقابض ہے وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے۔ کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر کا مرہون ہے۔ اس کا فیصلہ اعلیٰ اور اچھا ہی ہوتا ہے۔ جو ذات الٰہ کا عالم ہو اور صفات الٰہ سے آگاہ ہو اس سے اس کی شان دریافت کر لے۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات کی پوری خبرداری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت ﷺ ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے۔ جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودہ الٰہ ہی ہوتا تھا۔ آپ نے جو جو صفتیں اللہ کی بیان کیں سب برحق ہیں آپ نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں سچے امام آپ ہی ہیں تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے جو آپ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ کا فرمان واجب الاذعان کھلے طور سے صادر ہو چکا ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ الخ تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اور فرمان ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ إِلَى اللّٰهِ تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔ اور فرمان ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا الخ تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم وممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے۔ مشرکین اللہ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے ان سے جب رحمان کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے کہ اللہ کا نام رحمان ہے۔ جیسے حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لکھ۔ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمان کو جانیں نہ رحیم کو ہمارے رواج کے مطابق بسمك اللھم لکھ۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ کہہ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے اسے چاہو پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں وہی اللہ ہے وہی رحمٰن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا مان لیں؟ الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمان ورحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق

سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے سجدے کرتے ہیں۔ علماء رحمتہ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ سورہ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ مشروع ہے جیسے کہ اس کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی ○ اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا۔ اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ○

اللہ تعالیٰ کی رفعت وعظمت: ☆☆ (آیت: ۶۱-۶۲) اللہ تعالیٰ کی بڑائی' عظمت' قدرت' رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے' اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے' آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے اور مثل چراغ کے ہے۔ جیسے فرمان ہے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا الخ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ دن رات کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اس کی قدرت کا نظام ہے۔ یہ جاتا ہے۔ وہ آتا ہے۔ اس کا جانا' اس کا آنا ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ اس نے تمہارے لئے سورج چاند پے در پے آنے جانے والے بنائے ہیں۔ اور جگہ ہے' رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے۔ نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت لے سکے۔ اسی سے اس کے بندوں کو اس کی عبادتوں کے وقت معلوم ہوتے ہیں۔ رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں۔ دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے' اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگادی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ خِلْفَةً کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن' رات تاریک' اس میں اجالا' اس میں اندھیرا' یہ نورانی اور وہ ظلماتی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

رحمان کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے ○ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں ○ اور جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کے عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے ○ وہ جائے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے ○ اور جو خرچ کے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے ○

مومنوں کا کردار: ☆☆ (آیت: ۶۳-۶۷) اللہ کے مومن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون' وقار کے ساتھ' تواضع' عاجزی' مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔ تکبر' تجبر' فساد اور ظلم وستم نہیں کرتے۔ جیسے حضرت لقمان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اکڑ کر نہ چلا کر۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر جھکا کر بیماروں کی طرح قدم قدم چلنا' یہ تو ریا کاروں کا کام ہے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آنحضرت کی عادت اس کے بالکل برعکس تھی۔ آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپؐ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں اور گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جارہی ہے۔ سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپؐ نے فرمایا' پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار جواب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا۔ طاقت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔ پس یہاں مراد تسکین اور وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ تسکین کے ساتھ آؤ۔ جو جماعت کے ساتھ مل جائے' ادا کر لو اور جو فوت ہو جائے' پوری کر لو۔[3] امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں یہاں تک کہ گنوار اور بے وقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف الٰہی سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے تندرست ہیں لیکن دل اللہ کے خوف سے پر ہیں۔ آخرت کا علم' دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے' جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا' اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا' نہیں نہیں اللہ کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جنت کے کسی کام کو وہ بھاری نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا۔ جو شخص اللہ کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے' اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے' جو شخص کھانے پینے کو ہی اللہ کی نعمت سمجھے' وہ کم علم ہے اور عذابوں میں پھنسا ہوا ہے۔ پھر اپنے نیک بندوں کا اور وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں۔ معاف فرما دیتے ہیں اور سوائے بھلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا آپ اتنے ہی نرم ہوتے۔ یہی وصف قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ مومن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

ایک حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا' وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والے کو جواب دیتا تھا۔ وہ جو گالی تجھے دیتا تھا' فرشتہ کہتا تھا یہ نہیں بلکہ تو' اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا' اس پر نہیں بلکہ تجھ پر' تو ہی سلامتی کا پورا حق دار ہے۔ پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے' برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے' سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' دوسرا ان پر ظلم کرے' یہ صلح اور برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ دن اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسیلی سن لیتے ہیں' رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں' اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

فرماتا ہے کہ رات اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے' بہت کم سوتے ہیں' صبح کو استغفار کرتے ہیں' کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں' دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے' امید رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو الٰہی کی عبادتوں میں گزارتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ الٰہی عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب ہے۔ جیسے کہ شاعر نے اللہ کی شان بتائی ہے کہ اِنْ يُّعَذِّبْ يَكُنْ غَرَامًا وَ اِنْ يُّعْطِ جَزِيْلًا فَاِنَّهٗ لَا يُبَالِيْ یعنی اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی' اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد' ان گنت اور بے حساب۔ جو چیز آئے اور ہٹ جائے' وہ غرام نہیں۔ غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کافران نعمت سے لیا جائے گا۔ انہوں نے اللہ کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا۔ لہذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کر دیں۔ وہ بری جگہ ہے' بد منظر ہے' تکلیف دہ ہے' مصیبت ناک ہے۔

حضرت مالک بن حارث کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا' اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا' آپ بہت پیاسے ہو رہے ہوگے' لو ایک جام تو نوش کر لو۔ یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی' بال الگ ہو جائیں گے' رگیں الگ جا پڑیں گی' ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔ حضرت عبید بن عمیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جہنم میں گڑھے ہیں' کنویں ہیں۔ ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر' جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں۔ ہونٹوں پر' سروں پر اور جسم کے اور حصوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں۔ سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے۔ پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا۔ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا' جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال' سر جھکائے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ جا کر جناب باری میں خبر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے۔ جاؤ اور اسے لے آؤ۔ آپ بحکم الٰہی جائیں گے اور اسے لا کر اللہ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا کہ الٰہی ٹھہرنے کی بھی بری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔ اللہ فرمائے گا' اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس لے جاؤ' تو یہ گڑگڑائے گا۔ عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین اللہ جب کہ تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کر دے' مجھے تو تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے۔ الٰہی بس اب مجھ پر کرم فرما۔ جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا۔ اس مالک ورحمٰن ورحیم اللہ کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا' اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔

پھر ان کا ایک اور وصف بیان ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مسرف ہیں نہ بخیل ہیں' نہ بے جا خرچ کرتے ہیں' نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ درمیانہ روی سے کام لیتے ہیں' نہ ہی ایسا کرتے ہیں کہ اپنے والوں کو' اہل وعیال کو بھی تنگ رکھیں۔ نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہو سب لٹا دیں۔ اسی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرماتا ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً الخ یعنی نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ اور نہ انہیں بالکل ہی چھوڑ دے۔ مسند احمد میں فرمان رسولؐ ہے کہ اپنی گزران میں درمیانہ روی کرنا انسان کی سمجھ داری کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے' جو افراط وتفریط سے بچتا ہے' وہ کبھی فقیر ومحتاج نہیں ہوتا۔ بزار کی حدیث میں ہے کہ امیری میں' فقیری میں' عبادت میں درمیانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے۔ امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' راہ الٰہی میں کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے۔ حضرت ایاس بن معاویہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جہاں کہیں تو حکم الٰہی سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے۔ اور بزرگوں کا قول ہے' اللہ کی نافرمانی کا خرچ اسراف کہلاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے' وہ اپنے اوپر سخت وبال لاوے گا ○ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا ○ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں' ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے' اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے ○ اور جو شخص توبہ کرلے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے ○

سب سے بڑا گناہ؟ ☆☆ (آیت: ۶۸-۷۱) حضور ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' تیرا اللہ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا' اس سے کم؟ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلائے گا کہاں سے؟ پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوس کی کسی عورت سے بدکاری کرنا۔ پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ باہر جانے لگے۔ تنہا تھے' میں بھی ساتھ ہو لیا۔ آپؐ ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے' میں آپؐ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور ﷺ سے وہ سوالات کئے جو اوپر مذکور ہوئے۔ حجتہ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا' چار گناہوں سے بہت بچو۔ اللہ کے ساتھ کا شرک' کسی حرمت والے نفس کا قتل' زناکاری اور چوری۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا' زنا کی بابت

تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا' وہ حرام ہے اور قیامت تک حرام ہے آپ نے فرمایا ہاں سنو انسان کا اپنی پڑوس کی عورت سے زنا کرنا دوسری دس عورتوں کے زنا سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے یہی جواب دیا کہ وہ حرام ہے خدا و رسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں آپ نے فرمایا سنو دس جگہ کی چوری بھی اتنی بری نہیں جیسی پڑوس کی ایک جگہ کی چوری۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شرک کے بعد اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ انسان اپنا نطفہ اس رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ بعض مشرکین حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا حضرت آپ کی دعوت اچھی ہے سچی ہے لیکن ہم نے تو شرک بھی کیا ہے' قتل بھی کیا ہے' زنا کاریاں بھی کی ہیں اور یہ سب کام بکثرت کئے ہیں تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت اتری اور آیت قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا بھی نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم خالق کو چھوڑ مخلوق کی عبادت کرو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنے کتے کو تو پالو اور اپنے بچے کو قتل کر ڈالو۔ اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنی پڑوسن سے بدکاری کرو۔ اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب کیا جائے گا۔ اس کے معنی عذاب و سزا کے بھی آتے ہیں۔ حضرت لقمان حکیم رحمتہ اللہ علیہ کی نصیحتوں میں ہے کہ اے بچے زنا کاری سے بچنا۔ اس کے شروع میں ڈر خوف ہے اور اس کا انجام ندامت و حسرت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ غی اور اثام دوزخ کے دو کنوئیں ہیں۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ اثام کے معنی بدلے کے بھی مروی ہیں اور یہی ظاہر آیت کے مشابہ بھی ہے۔ اور گویا اس کے بعد کی آیت اسی بدلے اور سزا کی تفسیر ہے کہ اسے بار بار عذاب کیا جائے گا اور سختی کی جائے گی اور ذلت کے دائمی عذابوں میں پھنس جائے گا۔ اللھم احفظنا ان کاموں کے کرنے والے کی سزا تو بیان ہو چکی مگر اس سزا سے وہ بچ جائیں گے جو دنیا ہی میں اس سے توبہ کرلیں۔ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہے جو آیت سورۂ نسا میں ہے۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ وہ اس کے خلاف نہیں گو وہ مدنی آیت ہے لیکن وہ مطلق ہے تو وہ محمول کی جائے گی ان قاتلوں پر جو اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں ہے جو توبہ کریں۔ پھر مشرکوں کی بخشش نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے اور صحیح حدیثوں سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے جیسے اس شخص کا قصہ جس نے ایک سو قتل کئے تھے۔ پھر توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے گناہ کے کام کئے تھے۔ اسلام میں آنے کے بعد نیکیاں کیں تو اللہ نے ان گناہ کے کاموں کے بدلے نیکیوں کی توفیق عنایت فرمائی۔ اس آیت کی تلاوت کے وقت آپ ایک عربی شعر پڑھتے تھے جس میں احوال کے تغیر کا بیان ہے جیسے گرمی سے ٹھنڈک۔ عطا بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں' یہ دنیا کا ذکر ہے کہ انسان کی بری خصلت کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے نیک عادت سے بدل دیتا ہے۔ سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بتوں کی پرستش کے بدلے خدائے تعالیٰ کی عبادت کی توفیق انہیں ملی۔ مومنوں سے لڑنے کی بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے' مشرکہ عورتوں سے نکاح کی بجائے مومنہ عورتوں سے نکاح کئے۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے۔ شرک کے بدلے توحید و اخلاص ملا۔ بدکاری کے بدلے پاکدامنی حاصل ہوئی۔ کفر کے بدلے اسلام ملا۔ ایک معنی تو اس آیت کے یہ ہوئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ ان کی جو توبہ تھی' اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب بھی انہیں اپنے گذشتہ گناہ یاد آتے تھے' انہیں ندامت ہوتی تھی' یہ غمگین ہو جاتے تھے' شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامۂ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے لیکن قیامت کے دن وہ سب نیکیاں بن جائیں گی جیسے کہ احادیث و آثار میں ثابت ہے۔ حضور ﷺ

فرماتے ہیں' میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں جائے گا۔ یہ ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ کے سامنے لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا۔ اقرار کرے گا۔ آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی۔ اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے میرے پروردگار' میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا۔ یہ فرما کر حضور ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے' مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں' دے' وہ دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹا دیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ چونتیس دفعہ اللہ اکبر کہے اور تینتیس دفعہ الحمدللہ کہے اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہے۔ یہ مل کر سو مرتبہ ہوگئے۔ (طبرانی)

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں' انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا' وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر ہی اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ نا امید سا ہونے لگے گا' اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' بہت سے لوگ اللہ کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے' پوچھا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے۔ متقین یعنی پرہیزگاری کرنے والے۔ پھر شاکرین یعنی شکر الٰہی کرنے والے۔ پھر خائفین یعنی خوف اللہ رکھنے والے۔ پھر اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے۔ پوچھا گیا کہ انہیں اصحاب یمین کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کی تھیں۔ ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ ملے' اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ الٰہی ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا' انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب تو یہ دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمال نامے دیکھو۔ جنتیوں میں اکثر یہی لوگ ہوں گے۔ امام علی بن حسین زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا۔ مکحول رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیوں میں بدل دے گا۔ حضرت مکحول نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بوڑھے ضعیف آدمی جن کی بھنویں آنکھوں پر آ گئی تھیں' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی غداری' کوئی گناہ' کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی۔ میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب غضب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں۔ کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ تو آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں' گناہ' بدکاریاں سب کچھ معاف فرما دے گا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا' اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں میں بدل دے گا۔ اس نے پھر پوچھا' حضور ﷺ میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں ہاں سب کے سب' پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا۔ رضی اللہ عنہ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوفروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر حضور ﷺ ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں' جو جی میں آیا ہو' پورا

کیا ہو' کیا ایسے شخص کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں' آپ نے فرمایا' اب نیکیاں کرو 'برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیوں میں بدل دے گا۔ اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں 'اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا (طبرانی) ایک عورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور دریافت فرمایا کہ مجھ سے بدکاری ہوگئی۔ اس سے بچہ ہو گیا' میں نے اسے مار ڈالا۔ اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں نہ اللہ کے ہاں تیری بزرگی ہو سکتی ہے۔ تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں' وہ روتی پیٹتی واپس چلی گئی۔ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھ کر میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا' تو نے اس سے بہت ہی بری بات کہی۔ کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ سے اِلَّا مَنْ تَابَ تک۔ مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا۔ اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ وہ خوش ہوگئی اور اسی وقت سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت پیدا کر دی (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا پہلا فتویٰ سن کر وہ حسرت وافسوس کے ساتھ یہ کہتی ہوئی واپس چلی کہ ہائے ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟

اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے۔ تمام مدینہ اور ایک ایک گلی چھان ماری لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ اتفاق سے رات کو وہ عورت پھر آئی۔ تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں صحیح مسئلہ بتلایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ کو قبول فرمایا۔ یہ کہہ کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی' اسے آزاد کر دیا' اس لونڈی کی ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف وکرم' فضل ورحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی اللہ کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے' اللہ اس کی سنتا ہے۔ قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ الخ جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے' پھر اللہ سے استغفار کرے' وہ اللہ کو غفور ورحیم پائے گا۔ اور جگہ ارشاد ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الخ کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول فرمانے والا ہے؟ اور آیت میں ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الخ میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں' کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغویت پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں ○ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے ○ اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ○

عبادالرحمان کے اوصاف: ☆☆ (آیت: ۷۲-۷۴) عبادالرحمٰن کے اور نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے

یعنی شرک نہیں کرتے' بت پرستی سے بچتے ہیں' جھوٹ نہیں بولتے' فسق و فجور نہیں کرتے' کفر سے الگ رہتے ہیں' لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں' گانا نہیں سنتے' مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے' خیانت نہیں کرتے' بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے' شرابیں نہیں پیتے۔ شراب خانوں میں نہیں جاتے' اس کی رغبت نہیں کرتے۔ حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہئے' اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ صحیحین میں ہے' حضور ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتادوں؟ تین دفعہ یہی فرمایا' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' ہاں یارسول ﷺ آپؐ نے فرمایا' اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' اس وقت تک آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے' سنو اور جھوٹی بات کہنا' سنو اور جھوٹی گواہی دینا' اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔ زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے۔ اللہ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں' ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا' وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتے' نہ اپنا کفر چھوڑتے' نہ سرکشی وطغیانی اور جہالت وضلالت سے باز آتے ہیں۔ ایمان والوں کے ایمان' بڑھ جاتے ہیں۔ اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے۔ پس کافر اللہ کی آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہے' نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں۔ سنتے ہیں' سمجھتے ہیں' نفع حاصل کرتے ہیں' اپنی اصلاح کرتے ہیں' ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھاپن' بہراپن نہیں چھوڑتے۔ حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کرلے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے نہ سجدے کی آیت پڑھی نہ سنی نہ سوچی تو مومن کو کوئی کام اندھادھند نہ کرنا چاہئے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو' اسے شامل نہ ہونا چاہئے۔

پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعا بیان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ان کی طرح رب کی فرماں بردار' عبادت گزار' موحد اور غیر مشرک ہوں تاکہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس دعا سے ان کی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی کی ہے۔ مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو' دوست احباب کو اللہ کا فرماں بردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں' بدکار نہ ہوں۔ سچے مسلمان ہوں۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے' ان آنکھوں کو مبارک باد ہو جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کی ہے' کاش کہ ہم بھی حضور ﷺ کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض صحبت حاصل کرتے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے تو نفیر کہتے ہیں' مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں۔ پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی' اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے' تم اللہ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ اللہ نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا۔ پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں اللہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچالئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں۔ حضور ﷺ تو ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی اندھیر نگری اپنی انتہا پر تھی۔ اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا۔ آپ فرقان لے کر آئے۔ حق و باطل میں تمیز کی۔ باپ بیٹے جدا ہو گئے۔ مسلمان اپنے باپ دادوں' بیٹوں' پوتوں' دوست احباب کو کفر پر دیکھتے۔ ان سے انہیں کوئی محبت پیار نہیں

ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں۔ اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں۔ اس دعا کا آخر یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں' لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں۔ ہماری اولاد ہماری راہ چلے تا کہ ثواب بڑھ جائے اور ان کی نیکیوں کا باعث بھی ہم بن جائیں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ
سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا
بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع ۱۷

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا ○ اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے' وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے ○ کہہ دے' اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تو تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا' تم تو جھٹلا چکے۔ اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی ○

مومنوں کے اعمال اور اللہ تعالیٰ کے انعامات: ☆☆ (آیت: ۷۵-۷۷) مومنوں کی پاک صفتیں' ان کے بھلے اقوال' عمدہ افعال بیان فرما کر ان کا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ جو بلند تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان اوصاف پر جمے رہے۔ وہاں ان کی عزت ہو گی' اکرام ہوگا' ادب تعظیم ہوگی۔ احترام اور توقیر ہوگی۔ ان کے لئے سلامتی ہے۔ ان پر سلامتی ہے۔ ہر ہر دروازہ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہو گیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے' نہ نکلیں نہ نکالے جائیں' یہ نعمتیں کم ہوں' نہ راحتیں فنا ہوں۔ یہ سعید بخت ہیں' جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے رہنے سہنے' راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی سہانی' پاک' صاف' طیب و طاہر ہے' دیکھنے میں خوش منظر' رہنے میں آرام دہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح و تہلیل کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر مخلوق یہ نہ بجا لائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہایت حقیر ہے۔ ایمان کے بغیر انسان ناکارہ محض ہے۔ اگر اللہ کو کافروں کی چاہت ہوتی تو وہ انہیں بھی اپنی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن اللہ کے نزدیک یہ کسی گنتی میں ہی نہیں۔ کافرو تم نے جھٹلایا۔ اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہو گیا۔ نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے۔ دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو گے اور عذاب الٰہی تم سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی ہزیمت اور شکست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے قیامت کے دن کی سزا ابھی باقی ہے۔

الحمد للہ کہ سورۂ فرقان کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ

تفسیر سورۃ الشعرآء

مالکؒ کی روایت کردہ تفسیر میں اس کا نام سورۂ جامعہ ہے۔ حروف مقطعہ کی بحث سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ
اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً
فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ﴿۴﴾ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ
مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ مُعۡرِضِيۡنَ ﴿۵﴾ فَقَدۡ
كَذَّبُوۡا فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶﴾ اَوَلَمۡ
يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴿۷﴾

معبود برحق' بخشش وکرم کرنے والے نام سے شروع

یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں ○ ان کے ایمان نہ لانے پر شاید تو اپنی جان کھودے گا ○ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسا نشان اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں خم ہو جائیں ○ ان کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی' یہ اسی سے روگردانی کرنے والے بن گئے ○ ان لوگوں نے جھٹلایا ہے' اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کے ساتھ مسخراپن کر رہے ہیں ○ کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نفیس جوڑے کس قدر اگائے ہیں؟ ○

تعارف قرآن حکیم: ☆☆ (آیت:۱-۷) پھر فرمان ہے کہ یہ آیتیں قرآن مبین کی ہیں جو بہت واضح' بالکل صاف اور حق و باطل' بھلائی برائی کے درمیان فیصلہ اور فرق کرنے والا ہے۔ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے آپ رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ تو ان کے ایمان نہ لانے پر حسرت و افسوس نہ کر۔ اور آیت میں ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ الخ کہیں ایسا تو نہیں کہ تو ان کے پیچھے اپنی جان گنوا دے۔ چونکہ ہماری یہ چاہت ہی نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر زبردستی کریں' اگر یہ ہم چاہتے تو کوئی ایسی چیز آسمان سے اتارتے کہ یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے مگر ہم تو ان کا اختیاری ایمان طلب کرتے ہیں۔ اور آیت میں ہے وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا الخ اگر تیرا رب چاہے تو روئے زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں۔ کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا جب تک کہ وہ مومن نہ ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے' اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ یہ اختلاف دین و مذہب بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت کو ظاہر کرنے والا ہے' اس نے رسول بھیج دیئے' کتابیں اتار دیں' اپنی دلیل و حجت قائم کر دی' انسان کو ایمان لانے نہ لانے میں مختار کر دیا۔ اب جس راہ پر وہ چاہے لگ جائے۔ جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی' بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ باوجود تیری پوری آرزو کے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ سورہ یاسین میں فرمایا' بندوں پر افسوس ہے' ان کے پاس جو بھی رسول آیا' انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ اور آیت میں ہے' ہم نے پے در پے پیغمبر بھیجے لیکن جس امت کے

پاس ان کا رسول آیا اس نے اپنے رسول کو جھٹلانے میں کمی نہ کی۔ یہاں بھی اس کے بعد ہی فرمایا کہ نبی آخر الزماں کی قوم نے بھی اسے جھٹلایا ہے۔ انہیں بھی اس کا بدلہ عنقریب مل جائے گا۔ ان ظالموں کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس راہ ڈالے گئے ہیں؟ پھر اپنی شان و شوکت، قدرت و عظمت، عزت و رفعت بیان فرماتا ہے کہ جس کے پیغام اور جس کے قاصد کو تم جھوٹا کہہ رہے ہو وہ اتنا بڑا قادر و قیوم ہے کہ اسی ایک نے ساری زمین بنائی ہے اور اس میں جاندار اور بے جان چیزیں پیدا کی ہیں۔ کھیت، پھل، باغ و بہار سب اسی کا پیدا کردہ ہے۔ شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، لوگ زمین کی پیداوار ہیں، ان میں جو جنتی ہیں وہ کریم ہیں اور جو دوزخی ہیں، وہ کنجوس ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۹﴾ ع ۱

بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں ○ اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے ○

(آیت: ۸-۹) اس میں قدرت خالق کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ اس نے پھیلی ہوئی زمین کو اور اونچے آسمان کو پیدا کر دیا۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا اس کے نبیوں کو جھوٹا کہتے ہیں، اس کی کتابوں کو نہیں مانتے، اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے منع کردہ کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بیشک تیرا رب ہر چیز پر غالب ہے، اس کے سامنے مخلوق عاجز ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا، تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں لیکن پھر بھی جب وہ راہ راست پر نہیں آتے تو انہیں سختی سے پکڑ لیتا ہے اور ان سے پورا انتقام لیتا ہے۔ ہاں جو توبہ کرے اور اس کی طرف جھکے اور اس کا فرمانبردار ہو جائے، وہ اس پر اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم کرتا ہے۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾

جب کہ تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ تو گنہگار لوگوں کے پاس جا ○ قوم فرعون کے پاس کیا وہ پرہیز گاری نہ کریں گے؟ ○ کہنے لگے کہ میرے پروردگار مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلانے نہ لگیں ○ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے۔ میری زبان چل نہیں رہی۔ تو تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج ○ اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا دعویٰ بھی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں ○ جناب باری نے فرمایا، ہرگز ایسا نہ ہو گا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں ○ تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں ○ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے ○

موسیٰ علیہ السلام اور اللہ جل شانہ کے مکالمات: ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جو حکم دیا تھا' اسے بیان فرما رہا ہے کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی' آپ سے سرگوشیاں کیں' آپ کو اپنا رسول علیہ اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمربستہ تھے۔ اور اللہ کا ڈر اور پرہیز گاری نام کو بھی ان میں نہیں رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کیں جو عنایت الٰہی سے دور کر دی گئیں جیسے سورہ طہٰ میں آپ کے سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان ہوئے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ تنگ ہے' میری زبان لکنت والی ہے' ہارون کو بھی میرے ساتھ نبی بنا دیا جائے اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبطی کو بلاقصور مار ڈالا تھا جس وجہ سے میں نے مصر چھوڑا' اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں۔ جناب باری نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھٹکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنا دیتے ہیں اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں۔ وہ لوگ تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچا سکیں گے' میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کروں گا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو سہی' میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی' میں تمہاری ان کی سب باتیں سنتا رہوں گا۔

جیسے فرمان ہے' میں تم دونوں کے ساتھ ہوں' سنتا دیکھتا رہوں گا۔ میری حفاظت' میری مدد' میری نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے۔ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ کا فرستادہ ہے۔ فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے۔ وہ اللہ کے مومن بندے ہیں' تو نے انہیں اپنے غلام بنا رکھا ہے اور ان کی حالت زبوں کر رکھی ہے' ذلت کے ساتھ ان سے اپنے کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے۔ اب انہیں آزاد کر دے۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾

فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟ ○ پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں ہے ○ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جب کہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا ○ پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا۔ پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا ○ مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے جسے جتا کر

اس کے بدلے تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے؟ ○ فرعون نے کہا' رب العالمین کون ہے؟ ○ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا' وہ آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین رکھنے والے ہو ○ فرعون اپنے اردگرد والوں سے کہنے لگا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ ○

(آیت: ۱۸-۲۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا- اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا- مدتوں تک تیری خبر گیری کرتے رہے- اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مار ڈالا اور ہماری ناشکری کی- جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ نے فرمایا' یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں بجائے مِنَ الضَّآلِّیۡنَ کے مِنَ الۡجَاهِلِیۡنَ ہے- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا' دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا' اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا- اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا' اس کے بعد اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا- اب پرانے قصے یاد نہ کر- میری آواز پر لبیک کہہ- سن اگر ایک مجھ پر تو نے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم و تعدی کی ہے- ان کو بری طرح غلام بنا رکھا ہے' کیا میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائے گی؟

(آیت: ۲۳-۲۵) چونکہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلا دیا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں' میرے سوا کوئی نہیں' اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول علیہ السلام ہوں تو اس نے کہا کہ رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں- تو جو کہہ رہا ہے' محض غلط ہے- چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس نے پوچھا- فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يٰمُوۡسٰى موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا- جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا ہادی ہے- یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ کی ماہیت سے تھا' یہ محض غلط ہے اس لئے کہ ماہیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا- وہ تو سرے سے اللہ کے وجود کا منکر تھا- اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا گو اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئے تھے-

قَالَ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآٮِٕكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَكُمُ الَّذِىۡۤ اُرۡسِلَ اِلَيۡكُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾

حضرت موسیٰ نے فرمایا' وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے ○ فرعون کہنے لگا' لوگو تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے' یہ تو یقیناً دیوانہ ہے ○ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا' وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ○

(آیت: ۲۶-۲۸) پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے؟ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ جو سب کا خالق ہے' سب کا مالک ہے' سب پر قادر ہے' سب کا معبود ہے' یکتا ہے' اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں- عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم سفلی زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے- ان کے درمیان کی چیزیں ہوا' پرند وغیرہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس کے عبادت گزار ہیں- اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے محروم نہیں' اگر تمہاری نگاہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے

کے لئے کافی ہیں۔ یہ سن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا' اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے' لوگوں کو اپنے سکھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا' لو اور سنو' یہ میرے سوا کسی اور کو ہی خدا مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی اس بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجود الٰہی کے اور دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان' والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان و زمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے۔ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔ اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں۔ فرعون دلائل کی اس بارش کی تاب نہ لاسکا۔ کوئی جواب بن نہ پڑا تو کہنے لگا اسے چھوڑو۔ یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا دوسرے کو رب کیوں مانتا۔ کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی دلیلوں کو جاری رکھا' اس کے لغو کلام سے بے تعلق ہو کر فرمانے لگے کہ سنو میرا اللہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اور وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے۔ مغرب کی طرف اتارتا ہے۔ اگر فرعون اپنے الٰہی دعوے میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھادے یعنی انہیں مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے۔ یہی بات خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی۔ پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بے وقوف نے جب کہ اس وصف کا اللہ کے ساتھ مختص ہونے کا انکار کیا اور کہنے لگا' یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں تو آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت سی گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال' اب تو اس کے حواس گم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تابڑ توڑ ایسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب لوگوں پر تو اثر کر جائیں گی۔ اس لئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے دھمکانے لگا جیسے آگے رہا ہے۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾
وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ ع ۲
هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ
فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ
حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

فرعون کہنے لگا' سن لے اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا ○ موسیٰ کہنے لگا اگر میں تیرے پاس کوئی ظاہر چیز لے آؤں؟ ○ فرعون نے کہا' اگر تو سچوں میں ہے تو اسے پیش کر ○ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا زبردست اژدہا بن گئی ○ اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت ہر دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا ○ فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے ○ یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے شہر سے ہی نکال دے۔ بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو ○ ان سب نے کہا' آپ اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑ یئے اور تمام شہروں میں مجمع

کرنے والے بھیج دیجئے ○ جو آپ کے پاس تمام ذی علم جادوگروں کو لے آئیں ○

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ: ☆☆ (آیت:۲۹-۳۷) جب مباحثے میں فرعون ہارا' دلیل و بیان میں غالب نہ آ سکا تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت و شوکت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ میرے سوا کسی اور کو معبود بنائے گا تو جیل میں سڑا سڑا کر تیری جان لے لوں گا- حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ و نصیحت تو کر ہی چکے تھے' آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر اپنی سچائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا پڑے تب؟ فرعون سوا اس کے کیا کر سکتا تھا کہ کہا اچھا' اگر سچا ہے تو پیش کر- آپ نے سنتے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی ہی' اسے زمین پر ڈال دیا- بس اس کا زمین پر گرنا تھا کہ وہ ایک اژدھے کی شکل بن گئی- اور اژدھا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا' ہیبت ناک' ڈراؤنی اور خوفناک شکل والا' منہ پھاڑے ہوئے پھنکارتا ہوا- ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا- فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی' ایسے واضح معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑا' اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا' بھئی یہ تو بڑا جادوگر نکلا- پس اپنے والوں کو اس نے روکنا چاہا کہ کہیں وہ اسے معجزہ نہ سمجھ لیں- ان سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں- بیشک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل ہے- پھر انہیں حضرت موسیٰ کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا- اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کر دے گا- پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں اپنا قبضہ کر لے گا- لو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہئے- بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟- قدرت اللہ کی دیکھو کہ فرعونیوں سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقعہ ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے- یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلوانا-

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿۴۳﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾

پھر ایک مقررہ دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے ○ اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے؟ ○ تا کہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم ان ہی کی پیروی کریں ○ جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ ○ فرعون نے کہا' بڑی خوشی سے بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے ○ حضرت موسیٰ نے جادوگروں سے فرمایا' جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے' ڈال دو ○ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور کہنے لگے' عزت فرعون کی قسم' ہم یقیناً یقیناً غالب ہی رہیں گے ○

مناظرہ کے بعد مقابلہ: ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۴) مناظرہ زبانی ہو چکا۔ اب مناظرہ عملاً ہو رہا ہے۔ اس مناظرہ کا ذکر سورۂ اعراف، سورہ طٰہٰ اور اس سورت میں ہے۔ قبطیوں کا ارادہ اللہ کے نور کے بجھانے کا تھا اور اللہ کا ارادہ اس کی نورانیت کے پھیلانے کا تھا۔ پس اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ ایمان وکفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا' ایمان کفر پر غالب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے' باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔ حق آ جاتا ہے' باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ہر اک شہر میں سپاہی بھیجے گئے۔ چاروں طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کئے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استاد زمانہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم وبیش تھی۔ صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے' ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے۔ سابورہ' عاذور' حطحط اور مصفی۔ چونکہ سارے ملک میں شور مچ چکا تھا' چاروں طرف سے لوگوں کے غول وقت مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے۔ چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔ سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے۔ یہ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہوگا' ہم اسی طرف ہو جائیں گے۔ اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ و حشم کے نکلا۔ تمام امراء اور رؤسا ساتھ تھے۔ لشکر' فوج' پلٹن ہمراہ تھی' جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا۔ جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا۔ اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں تو بادشاہ ہمیں اپنے انعامات سے محروم تو نہیں رکھیں گے؟ فرعون نے جواب دیا۔ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نہ صرف انعام بلکہ میں تو تمہیں اپنے خاص رؤسا میں شامل کرلوں گا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔ تم میرے مقرب بن جاؤ گے۔ میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف رہے گی۔ وہ خوشی خوشی میدان کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ بولو' تم پہلے اپنی استادی دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو تا کہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے؟ یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے' فرعون کی عزت سے ہمارا ہی غلبہ رہے گا۔

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾

اب حضرت موسیٰ نے بھی اپنی لکڑی میدان میں ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے بنے بنائے کھلونوں کو نگلنا شروع کر دیا○ یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے○ اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو اللہ رب العالمین پر ایمان لائے○ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر○ فرعون کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لا چکے۔ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا سردار ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔ قسم ہے میں بھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا○

(آیت: ۴۵-۴۸) جیسے جاہل عوام جب کسی کام کو کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فلاں کے ثواب سے۔ سورہ اعراف میں ہے' جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جو لکڑی تھی' اسے میدان میں ڈال دیا جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بندیوں کی چیزیں تھیں' سب کو ہضم کر لیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کا کیا کرایا سب غارت ہو گیا۔ یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی۔ جادوگر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اپنے استادانِ فن کے مقابلے میں آتا ہے' اس کا حال جادوگروں کا سا نہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کرتا۔ یقیناً ہمارا صرف نگاہوں کا فریب جادو ہے اور اس کے پاس الٰہی معجزہ ہے۔ وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے۔ پھر اپنا قول اور واضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ' اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں اور دشمن جاں ہو گیا اور اپنی طاقت سے حق کو کچلنے لگا اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا' موسیٰ تم سب کا استاد تھا۔ اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا۔ پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان ہار گئے اور اس کی بات مان گئے۔ پس تمہارا یہ مکر کھل گیا۔

جرات و ہمت والے کامل ایمان لوگ: ☆☆ (آیت: ۴۹) سبحان اللہ کیسے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کے صبر و ثبات کا کیا کہنا۔ فرعون جیسا ظالم و جابر حاکم پاس کھڑا ڈرا دھمکا رہا ہے اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر اس کی منشا کے خلاف جواب دے رہے ہیں' حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے سینہ ٹھونک کر مقابلے پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے' کسب کیا ہوا جادو نہیں۔ اسی وقت حق کو قبول کیا۔ فرعون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا۔ مجھ سے باغی ہو گئے۔ مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور موسیٰ کی مان لی۔ یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ہار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے۔ اس نے انہیں ذلیل سمجھا۔ ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے۔ تم سب خورد ہو اور یہ تمہارا بزرگ ہے۔ تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے۔ اس مکابرہ کو دیکھو' یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغابازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ جادوگروں نے حضرت کلیم اللہ کو دیکھا تھا نہ اللہ کے رسول علیہ السلام ان کی صورت سے آشنا تھے۔ پیغمبر رب تو جادو جانتے ہی نہ تھے کسی کو کیا سکھاتے؟ عقل مندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھمکانا شروع کیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا' کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹ دوں گا اور تمہیں ٹنڈے منڈے بنا کر پھر سولی دوں گا' کسی ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑوں گا۔

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۖ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا
رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴿۵۱﴾ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ع ۱۸
اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝﴿۵۴﴾

انہوں نے کہا' کوئی حرج نہیں۔ ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی ○ اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں۔ ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا

رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے ○ ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل ○ تم سب پیچھا کیا جاؤ گے ○ فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد ہے ○

(آیت: ۵۰-۵۱) سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجا جی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے' کر گزرو۔ ہمیں مطلق پرواہ نہیں۔ ہمیں تو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے' ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے۔ جتنی تکلیف تو ہمیں دے گا' اتنا اجر و ثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔ حق پر مصیبت سہنا بالکل معمولی بات ہے جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں۔ ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ کرے۔ جو مقابلہ تو نے ہم سے کرایا ہے' اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب سے پہلے اللہ والے بن جائیں۔ ایمان میں سبقت کریں۔ اس جواب پر وہ اور بھی بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کرا دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(آیت: ۵۲-۵۴) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزارا۔ اللہ کی آیتیں ان پر واضح کر دیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا' ان کا تکبر نہ ٹوٹا' ان کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا۔ تو اب سوا اس کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب الٰہی آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو۔ بنو اسرائیل نے اس موقع پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس رات چاند گرہن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستے میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا نے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسف اپنے ساتھ اٹھا لیا۔ کہا گیا ہے کہ خود آپ نے ہی اسے اٹھایا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے۔ اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ واپسی میں آپؐ نے فرمایا' کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا' کچھ دنوں بعد اعرابی آپؐ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا' کچھ چاہئے؟ اس نے کہا ہاں۔ ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ علیہ السلام نے پوچھا' وہ واقعہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے۔ ہزار کوشش کی لیکن راہ نہیں ملی۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا' یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علما بنو اسرائیل نے کہا' بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم میں سے سوائے ایک بڑھیا کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔ آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھا۔ بڑھیا نے کہا' ہاں دکھاؤں گی لیکن پہلے اپنے حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا۔ اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اور اس کی شرط منظور کر لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا۔ کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو۔ جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا' اب یہاں کھودو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی' اسے ساتھ رکھ لیا' اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے۔ ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چوکیدار' غلام وغیرہ کوئی نہیں۔ سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور

مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل تو رات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سناٹا چھا گیا۔ اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا۔ سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

اور اس پر یہ ہمیں سخت غضب ناک کر رہے ہیں ○ اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے خطرہ رکھنے والے ○ بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے خزانوں سے ○ اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا ○ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا ○

(آیت: ۵۵-۵۹) محض ذلیل کمین اور قلیل لوگ ہیں۔ ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی طرف سے دغدغہ ہی لگا رہتا ہے یہ معنی حَاذِرُوْنَ کی قرات پر ہیں سلف کی ایک جماعت نے اسے حَذِرُوْنَ بھی پڑھا ہے یعنی ہم ہتھیار بند ہیں۔ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں۔ ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں اللہ کی شان! یہی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ معہ اپنی قوم اور لاؤلشکر کے بیک وقت ہلاک ہوا۔ لعنة الله عليه و على من تبعه۔ جناب باری کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات چشموں نہروں خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور جہنم واصل کیا۔ وہ اپنے بلند و بالا شوکت و شان والے محلات ہرے بھرے باغات جاری نہریں خزانے سلطنت ملک تخت و تاج جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے۔ اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو دلوا دیں جو آج تک پست حال تھے۔ ذلیل و نادار تھے۔ چونکہ ہمارا ارادہ ہو چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان گرے پڑے لوگوں کو برسر ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنا دیں وہ ارادہ ہم نے پورا کیا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

ع ۱۷ / ۸

پس فرعونی سورج نکلتے نکلتے بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ○ جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے بس اب

تو ہم پکڑ لئے گئے ○ موسیٰ نے فرمایا' ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ یقین مانو کہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے ابھی ابھی راہ دکھا دے گا ○ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار۔ اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے سارے پہاڑ کے ہو گیا ○ اور ہم نے اسی جگہ دونوں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا ○ اور موسیٰ کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی ○ پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا ○ یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے' اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں ○ اور بے شک تیرا رب بڑا ہی غالب و مہربان ہے ○

فرعون اور اس کا لشکر غرق دریا ہو گیا: ☆☆ (آیت: ۶۰-۶۸) فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور تمام رعایا کو مصر اور بیرون مصر کے لوگوں کو' اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طمطراق اور ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا۔ بعض کہتے ہیں' ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تامل طلب ہے۔ کعبؒ سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں۔ اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد بیان نہیں فرمائی نہ اس کا علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس یہ پہنچ گیا۔ کافروں نے مومنوں کو اور مومنوں نے کافروں کو دیکھ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ موسیٰ اب بتاؤ' کیا کریں۔ پکڑ لئے گئے' آگے بحر قلزم ہے۔ پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر ہے' نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ظاہر ہے کہ نبی' غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں' تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی' میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ ان کے اگلے حصے پر حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون تھے یا آل فرعون کا مومن شخص تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر کے آخری حصہ میں تھے۔ گھبراہٹ کے مارے اور راہ نہ ملنے کی وجہ سے سارے بنو اسرائیل ہکا بکا ہو کر ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم اللہ علیہ السلام سے دریافت فرمانے لگے کہ اسی راہ چلنے کا اللہ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا' ہاں۔ اتنی دیر میں تو فرعون کا لشکر سر پر آ پہنچا۔ اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبی علیہ السلام اس دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ اور پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو۔ آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی بحکم الٰہی پانی پھٹ گیا' اس پریشانی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی' وہ ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ یَا مَنْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ اَلْمُکَوِّنُ لِکُلِّ شَیْءٍ وَ الْکَائِنُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْ لَّنَا مَخْرَجاً یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ اللہ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو تو ان کی بات سننا اور ماننا' پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا۔ اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں اور مجھے لکڑی مار دیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کی حکم بجا آوری نہ کر سکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نون رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے نبی اللہ علیہ السلام! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے''؟ آپ نے فرمایا ''یہی کہ میں سمندر پر اپنی لکڑی ماروں''۔ انہوں نے کہا۔ ''پھر کیا دیر ہے''؟ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا ''اللہ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دے دے''۔ اسی وقت وہ پھٹ گیا' راستے بیچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ اس میں بارہ راستے نکل آئے بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت الٰہی سے ہر دو فریق کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا' اس میں طاق سے بن گئے تا کہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے۔ پانی مثل دیواروں کے ہو گیا اور ہوا کو حکم

ہوا' اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کر دیئے پس اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بے کھٹکے جانے لگے۔ پھر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے دریا سے قریب کر دیا۔ پھر موسیٰ' بنو اسرائیل اور سب کو نجات مل گئی۔ اور باقی سب کافروں کو ہم نے ڈبو دیا۔ نہ ان میں سے کوئی بچا نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ فرعون کو جب بنو اسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا' اس کی کھال اترے اس سے پہلے میرے چھ لاکھ لشکر جمع ہو جانا چاہئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام بھاگم بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا۔ کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے دے' اس نے کہا' یہ کیا تکبر کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھٹا ہوں؟ اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا؟ آپ کے ساتھ جو بزرگ شخص تھے' انہوں نے کہا "اے نبی اللہ علیہ السلام' کیا یہی راستہ اور یہی جگہ اللہ کی بتلائی ہوئی ہے"؟ آپ نے فرمایا "ہاں یہی' انہوں نے کہا" پھر نہ تو آپ جھوٹے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے" آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ شخص نے دوبارہ بھی یہی سوال جواب کیا۔ اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری۔ لکڑی لگتے ہی سمندر نے راستہ دے دیا۔ بارہ راہیں ظاہر ہو گئیں۔ ہر فرقہ اپنے راستے کو پہچان گیا اور اپنی راہ پہ چل دیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بہ اطمینان تمام چل دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے اور فرعونی ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہو گیا اور سب کو ڈبو دیا۔ جب سب سے آخری بنی اسرائیلی نکلا اور سب سے آخری قبطی سمندر میں آ گیا۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبطی ایک ایک کر کے ڈبو دیئے گئے۔ اس میں بڑی عبرتناک نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ بیشک تیرا رب عزیز و رحیم ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾
قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ
يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

انہیں ابراہیم کا واقعہ بھی سنا دو O جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ O انہوں نے جواب دیا کہ بتوں کی' ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے رہتے ہیں O آپ نے فرمایا' تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ O انہوں نے کہا' یہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا O آپ نے فرمایا' کچھ خبر بھی ہے؟ جنہیں تم پوج رہے ہو O تم اور تمہارے اگلے باپ دادا O وہ سب میرے دشمن ہیں بجز سچے اللہ کے جو تمام جہان کا پالن ہار ہے O

ابراہیم علیہ السلام علامت توحید پرستی: ☆☆ (آیت: ۶۹-۷۸) تمام موحدوں کے باپ' اللہ کے بندے اور رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ افضل التحیہ والتسلیم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنا دیں۔ تاکہ وہ اخلاص' توکل

اور اللہ واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ کی اقتدا کریں۔ آپ اول دن سے اللّٰہی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو؟۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس غلطی کو ان پر واضح کر کے ان کی غلط روش بے نقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم جو ان سے دعائیں کرتے ہو اور دور نزدیک سے انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟۔ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں وہ پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟۔ اس کا جواب جو قوم کی طرف سے ملا وہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے معبود ان کاموں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی تقلید کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے اور ان کے معبودان باطل سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ صاف فرما دیا کہ تم اور تمہارے معبودوں سے میں بیزار ہوں جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے۔ ان سب سے میں بیزار ہوں۔ وہ سب میرے دشمن ہیں میں صرف سچے رب العالمین کا پرستار ہوں میں موحد مخلص ہوں۔ جاؤ تم سے اور تمہارے معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا تم اور تمہارے سارے معبود مل کر اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہوں تو کمی نہ کرو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا میں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے خدا کے سوا باقی معبودوں سے بیزار ہوں۔ تم سب اگر مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو تو جاؤ پہنچا لو۔ میرا بھروسہ اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جاندار اس کے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے۔ اسی طرح خلیل الرحمٰن علیہ صلوات الرحمٰن نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈر تو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہئے جو سچا اللہ ہے۔ آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مجھ میں تم میں عداوت ہے۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم سے اور تیرے معبودوں سے بری ہوں صرف اپنے رب سے میری آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راست دکھلائے۔ اسی کو یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو انہوں نے کلمہ بنا لیا۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾
وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾

جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے ○ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے ○ اور وہ مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا ○ اور جس سے مجھے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا ○

خلیل اللہ کی تعریف : ☆☆ (آیت: ۷۸-۸۲) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کی صفتیں بیان فرماتے ہیں کہ میں تو ان اوصاف والے رب کا ہی عابد ہوں۔ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔ پہلا وصف یہ کہ وہ میرا خالق ہے۔ اسی نے اندازہ مقرر کیا ہے اور وہی مخلوقات کی اس کی طرف رہبری کرتا ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ وہ ہادی حقیقی ہے جسے چاہتا ہے اپنی راہ مستقیم پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اسے غلط راہ پر لگا دیتا ہے۔ تیسرا وصف میرے رب کا یہ ہے کہ وہ رزاق ہے آسمان و زمین کے تمام اسباب اسی نے مہیا کئے ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا پھیلانا ان سے بارش کا برسانا اس سے زمین کو زندہ کرنا پھر پیداوار کا اگانا اسی کا کام ہے۔ وہی میٹھا اور پیاس بجھانے والا

پانی ہمیں دیتا ہے اور اپنی اور مخلوق کو بھی غرض کھلانے پلانے والا وہی ہے۔ ساتھ ہی بیماری تندرستی بھی اسی کے ہاتھ ہے۔ لیکن خلیل اللہ علیہ السلام کا کمال ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت تو اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ گو بیماری بھی اسی کی قضا و قدر ہے اور اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ یہی لطافت سورہ فاتحہ کی دعا میں بھی ہے کہ انعام وہدایت کی اسناد تو رب العالم کی طرف کی ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور ضلالت بندے کی طرف منسوب کر دی ہے۔ سورہ جن میں جنات کا قول بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والی مخلوق کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے؟ یہاں بھی بھلائی کی نسبت رب کی طرف کی گئی اور برائی کے ارادے میں یہ نسبت ظاہر نہیں کی گئی۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفاء پر بجز اس اللہ کے اور کوئی قادر نہیں۔ دوا میں تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کے بس کی چیز ہے۔ موت وحیات پر قادر بھی وہی ہے۔ ابتدا' انتہا اسی کے ہاتھ ہے' اسی نے پہلی پیدائش کی ہے' وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ دنیا اور آخرت میں گناہوں کی بخشش پر بھی وہی قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے' کرتا ہے۔ غفور ورحیم وہی ہے۔

رَبِّ هَبْ لِىْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّىْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِىْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِىْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِىْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

اے اللہ مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے ○ اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ ○ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے ○ اور میرے باپ کو بخش دے۔ یقیناً وہ گمراہوں میں تھا ○ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر ○ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی ○ لیکن فائدے والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے ○

حکم سے کیا مراد ہے؟ ☆☆ (آیت: ۸۳-۸۹) حکم سے مراد علم' عقل' کتاب الٰہی اور نبوت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل رکھ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے' رسول کریم ﷺ نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ الٰہی اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے' تین بار یہی دعا کی۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا بھی مروی ہے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَمِتْنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مُبَدِّلِيْنَ یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں ہی موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔ درآنحالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔ پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے۔ لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ کسی نیک بندے کی نیکی اکارت نہیں کرتا۔ ایک جہان ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف وتوصیف سے تر ہیں۔ دنیا میں بھی اللہ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔ عموماً ہر مذہب وملت کے لوگ خلیل اللہ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ میرا یہ ذکر جمیل جہاں دنیا میں باقی رہے' وہاں آخرت میں بھی میں جنتی بنایا جاؤں۔ اور الٰہی میرے گمراہ باپ کو بھی معاف فرما۔ لیکن اپنے کافر باپ

کے لئے یہ استغفار کرنا ایک وعدے پر تھا۔ جب آپ پر اس کا دشمن اللہ ہونا کھل گیا کہ وہ کفر پر ہی مرا تو آپ کے دل سے اس کی عزت ومحبت جاتی رہی اور استغفار کرنا بھی ترک کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے صاف دل اور بردبار تھے۔ ہمیں بھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روش پر چلنے کا حکم ملا ہے وہیں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اس بات میں ان کی پیروی نہ کرنا۔ پھر دعا کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچالینا۔ جب کہ تمام اگلی پچھلی مخلوق زندہ ہو کر ایک میدان میں کھڑی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت سے اور گرد وغبار سے آلودہ ہو رہا ہے اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ پروردگار تیرا مجھ سے قول ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔ اللہ فرمائے گا' سن لے' جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے اور روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمائیں گے کہ دیکھ میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر' باپ جواب دے گا کہ اچھا اب نہ کروں گا۔

آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ فرمائے گا۔ اب اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل علیہ السلام' میں نے تو جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ پھر فرمائے گا' ابراہیم دیکھ تیرے پیروں تلے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ پانی میں لتھڑا کھڑا ہے جس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حقیقتاً یہی ان کے والد ہوں گے جو اس صورت میں کر دیئے گئے اور اپنی مقررہ جگہ پہنچا دیئے گئے۔ اس دن انسان اگر اپنا فدیہ مال سے ادا کرنا چاہے' گو دنیا بھر کے خزانے دے دے لیکن بے سود ہے' نہ اس دن اولاد فائدہ دے گی' تمام اہل زمین کو اپنے بدلے میں دینا چاہے پھر بھی لاحاصل۔ اس دن نفع دینے والی چیز ایمان' اخلاص اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری ہے' جس کا دل صالح ہو یعنی شرک وکفر کے میل کچیل سے صاف ہو' اللہ کو سچا جانتا ہو' قیامت کو یقینی مانتا ہو' دوبارہ کے جی اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو' اللہ کی توحید کا قائل اور عامل ہو' نفاق وغیرہ سے دل مریض نہ ہو' بلکہ ایمان واخلاص اور نیک عقیدے سے دل صحیح اور تندرست ہو' بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور الفت رکھتا ہو۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾
وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ هَلْ
يَنصُرُونَكُمْ أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾

پرہیزگاروں کے لئے جنت بالکل نزدیک لا دی جائے گی ○ اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کر دی جائے گی ○ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے' وہ کہاں ہیں؟ ○ جو اللہ کے سوا تھے' کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ اب تو وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیئے جائیں گے ○

نیک لوگ اور جنت: ☆☆ (آیت: ۹۰-۹۴) جن لوگوں نے نیکیاں کیں تھیں' برائیوں سے بچے تھے' جنت اس دن ان کے پاس ہی ان کے سامنے ہی زیب وزینت کے ساتھ موجود ہوگی۔ اور سرکشوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہوگی۔ اس میں سے ایک گردن نکل کھڑی ہوگی جو گنہگاروں کی طرف غضبناک تیوروں سے نظر ڈالے گی۔ اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے۔ اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے' کہاں ہیں۔ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا خود اپنی ہی مدد کر

سکتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد و معبود سب دوزخ میں الٹے لٹک رہے ہیں اور جل بھن رہے ہیں۔ تابع و متبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾
تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾
وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾
وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

اور ابلیس کے تمام کے تمام لشکر بھی ○ وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے ○ کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے ○ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے ○ اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا ○ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں ○ اور نہ کوئی سچا غم خوار دوست ○ اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم تو پکے سچے مومن بن جاتے ○ یہ ماجرا یقیناً ایک زبردست نشان ہے' ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ○ یقیناً تیرا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔

(آیت: ۹۵-۱۰۴) ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکری بھی اول سے لے کر آخر تک۔ وہاں سفلے لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی۔ آج تم ہمیں عذابوں سے کیوں نہیں چھڑاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے' راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام ربانی احکام کے مثل سمجھ بیٹھے تھے۔ اور رب العالمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے۔ افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر مجرموں نے لگائے رکھا۔ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں رہا۔ آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے؟ جو ہماری شفاعت کرے یا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں؟ اور وہاں جا کر اب تک کے کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں۔ جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا' وہاں کوئی قریبی سچا دوست بھی نہیں دکھائی دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی و غمخواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محب ہوتا تو وہ ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بد اعمال کا تدارک کر لیتے' اپنے رب کی ہی مانتے اور اسی کی عبادتیں کرتے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بدبخت ازلی اگر دوبارہ بھی دنیا میں لائے جائیں تو وہی بداعمالیاں پھر سے شروع کر دیں۔ سورۂ ص میں بھی ان جہنمیوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی' اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف برہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنہار پروردگار پورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش و رحم والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ِۨالْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ
وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾
إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾

قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ ○ سنو میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار رسول ہوں ○ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری ماننی چاہئے ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا' میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے ○ پس تم اللہ کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو ○ قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں؟ تیری تابعداری تو سفلے لوگوں کی ہے ○ آپ نے فرمایا' مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟ ○ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمے ہے' اگر تمہیں شعور ہو تو ○ میں ایمانداروں کو دھکے دینے والا نہیں ○ میں تو صاف طور پر ڈرا دینے والا ہوں ○

بت پرستی کا آغاز: ☆☆ (آیت: ۱۰۵-۱۱۰) زمین پر سب سے پہلے جب بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا جنہوں نے آ کر لوگوں کو اللہ کے عذابوں سے ڈرایا اور اس کی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے' غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہا' ان کے دشمن بن گئے اور ایذارسانی کے درپے ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا۔ اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوحؑ نے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح لیہ السلام نے پہلے تو انہیں اللہ کا خوف کرنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو' اللہ کے عذاب کا تمہیں ڈر نہیں؟ اس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا' میں تمہاری طرف اللہ کا رسول علیہ السلام بن کر آیا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں' اس کا پیغام ہو بہو جو ہے وہی تمہیں سنا رہا ہوں۔ پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے ڈر سے پر رکھنا چاہئے اور میری تمام باتوں کو بلا چون وچرا مان لینا چاہیے۔ اور سنو' میں تم سے اس تبلیغ و رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میری سچائی' میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے۔ ساتھ ہی میری دیانت داری اور امانت داری بھی تم پر واضح ہے۔

ہدایت طبقاتی عصبیت سے پاک ہے: ☆☆ (آیت: ۱۱۱-۱۱۵) قوم نوح نے رسول اللہؑ کو جواب دیا کہ چند سفلے اور چھوٹے لوگوں نے تیری بات مانی ہے' ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان رذیلوں کا ساتھ دیں اور تیری مان لیں۔ اس کے جواب میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے جواب دیا' یہ میرا فرض نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے کو آئے تو میں اس سے اس کی قوم اور پیشہ دریافت کرتا پھروں۔ اندرونی حالات پر اطلاع

رکھنا' حساب لینا اللہ کا کام ہے۔ افسوس تمہیں اتنی سمجھ بھی نہیں۔ تمہاری اس چاہت کو پوری کرنا میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں ان مسکینوں سے اپنی محفل خالی کرالوں۔ میں تو اللہ کی طرف سے ایک آگاہ کردینے والا ہوں' جو بھی مانے' وہ میرا اور جو نہ مانے' وہ خود ذمہ دار۔ شریف ہو یا رذیل ہو' امیر ہو یا غریب ہو' جو میری مانے' میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۸ كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

انہوں نے کہا کہ اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کردیا جائے گا○ آپ نے کہا' اے میرے پروردگار' میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا○ پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے باایمان ساتھیوں کو نجات دے○ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار کرا کر نجات دے دی○ بعد ازاں باقی کے تمام لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا○ یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے' ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں○ اور بے شک تیرا پروردگار البتہ وہی ہے زبردست رحم والا۔ عادیوں نے بھی رسول کو جھٹلایا○ جب کہ ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر نہیں؟○

تذکرۂ نوح علیہ السلام: ☆☆ (آیت: ۱۱۶-۱۲۲) لمبی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے' دن رات چھپے کھلے انہیں راہ الٰہی کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ علیہ السلام اپنی نیکی میں بڑھتے گئے' وہ اپنی بدی میں سوا ہوتے گئے۔ بالآخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھ پر پتھراؤ کر کے تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے' قوم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ اور آپ نے فتح کی دعا کی۔ فرمایا کہ الٰہی میں مغلوب اور عاجز ہوں' میری مدد کر۔ میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچالے۔ پس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسانوں جانوروں اور سامان اسباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن تاہم اکثر لوگ بے یقین ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا ہے لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

ہود علیہ السلام اور ان کی قوم: ☆☆ (آیت: ۱۲۳-۱۲۴) حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جو احقاف کے رہنے والے تھے' اللہ کی طرف بلایا' احقاف ملک یمن میں حضر موت کے پاس ریتیلی پہاڑیوں کے قریب ہے۔ ان کا زمانہ نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ سورہ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول دیا' بڑی قوت و طاقت دی۔ پورے مال' اولاد' کھیت اور باغات' پھل اور اناج دیا۔ بکثرت دولت اور زر' بہت سی نہریں اور چشمے جا بجا دیئے۔ الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا کی لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں

نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ یہ انہی میں سے تھے۔ نبی نے انہیں سمجھایا' بجھایا' ڈرایا' دھمکایا۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ
رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾
وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾
وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ
وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

میں تمہارا امانت دار معتبر پیغمبر ہوں ○ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے ○ کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بے فائدہ بطور کھیل تماشے کے نشانات لگا رہے ہو؟ ○ اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے ○ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو ○ اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو ○ اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو ○ اس نے تمہاری مدد کی مال سے اور اولاد سے ○ باغات سے اور چشموں سے ○ مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ○

(آیت: ۱۲۵-۱۳۵) اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اپنی اطاعت اور اللہ کی عبادت' وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ اپنا بے لاگ ہونا' طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا' اپنے خلوص کا بھی ذکر کیا۔ یہ جو فخر و ریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لیے بلند و بالا علامتیں بناتے تھے' اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا' وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبیؑ نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے' محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلا دی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے۔ دنیا زائل ہونے والی ہے' تم خود فنا ہونے والے ہو۔ ایک قرأت میں کَاَنَّکُمْ خلدُوْنَ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو! سنو۔ لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی' تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے۔ تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے' تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے' تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھا تھا۔ بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے۔ بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے' ان کی پونجی برباد ہو گئی' ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔ عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے کوئی ایسا بے وقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔

ان کے مال ومکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت وطاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش' متکبر اور سخت لوگ تھے۔ نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ عبادت رب کی کرو' اطاعت اس کے رسول کی کرو۔ پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے۔ مثلاً چوپائے' جانور اور اولاد' باغات اور دریا۔ پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذاب الٰہی برس پڑیں گے۔ لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود رہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾
اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ ع ۱۸/۷ ۱۱

انہوں نے کہا کہ آپ وعظ کہیں یا وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں' ہم پر یکساں ہے ○ یہ تو پرانے لوگوں کا دین ہے۔ ہم ہرگز آفت زدہ نہیں ہونے والے ○ چونکہ عادیوں نے حضرت ہود کو جھٹلا دیا' اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا ○ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے ○ بے شک تیرا رب وہی ہے غالب مہربان ○

موثر بیانات بھی بے اثر: ☆☆ (آیت: ۱۳۶-۱۴۰) حضرت ہود علیہ السلام کے موثر بیانات نے اور آپ کی رغبت اور ڈر بھرے خطبوں نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں' نصیحت کریں یا نہ کریں' ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں' یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں' ہم آپ کی نہیں ماننے والے۔ فی الواقع کافروں کا یہی حال ہے کہ انہیں سمجھانا بے سود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماںؐ سے بھی یہی فرمایا کہ ان ازلی کفار پر آپ کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرے گی' یہ نصیحت کرنے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے' یہ تو قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے' انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے والا۔ خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ کی دوسری قرات خَلْقُ الْاَوَّلِيْنَ بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے' یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے قریشیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں' یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرفدار کر لئے ہیں۔ مشہور قرأت کی بنا پر معنی یہ ہوئے کہ جس پر ہم ہیں' وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے۔ ہم تو الٰہی کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے' جئیں گے' پھر مر جائیں گے۔ جیسے وہ مر گئے۔ یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے۔ یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائے گا۔ آخرش ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ برباد کر دیئے گئے۔ یہی عاد اولیٰ تھے جنہیں ارم ذات العماد بھی کہا گیا ہے۔ یہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ عمد میں یہ رہتے تھے۔ ارم حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا۔ گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں۔ ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہی کہہ دیا۔ حقیقت میں اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا ہے کہ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔

اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ الخ عادیوں نے زمین میں تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے۔ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا۔ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے ان کا' ان کے شہروں کا' ان کے مکانات کا نام ونشان مٹا دیا۔ جہاں سے گزر گئی' صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی تھی۔ تمام قوم کے سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ ہو گئے۔ عذاب الٰہی کو ہوا کی صورت میں آتا دیکھ کر قلعوں میں' محلات میں' محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے' زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب الٰہی کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے؟ سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا' ان میں سے پھر بھی اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے۔ اللہ کا غلبہ اور رحم دونوں مسلم تھے۔

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۴۵﴾

ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ○ ان کے بھائی صالح نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ ○ میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں ○ تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا کرو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا' میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے ○

صالح علیہ السلام اور قوم ثمود: ☆☆ (آیت:۱۴۱-۱۴۵) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ اپنی قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے' یہ لوگ عرب تھے۔ حجر نامی شہر میں رہتے تھے جو وادی القری اور ملک شام کے درمیان ہے۔ یہ عادیوں کے بعد اور ابراہیمیوں سے پہلے تھے۔ شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا اس جگہ سے گزرنے کا بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں پہلے گزر چکا ہے۔ انہیں ان کے نبی نے اللہ کی طرف بلایا کہ یہ اللہ کی توحید کو مانیں اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں لیکن انہوں نے بھی انکار کیا اور اپنے کفر پر جمے رہے' اللہ کے پیغمبر کو جھوٹا کہا۔ باوجود اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت سننے کی پرہیزگاری اختیار نہ کی۔ باوجود رسول امین کی موجودگی کے راہ ہدایت اختیار نہ کی۔ حالانکہ نبی کا صاف اعلان تھا کہ میں اپنا کوئی بوجھ تم پر ڈال نہیں رہا۔ میں تو اس رسالت کی تبلیغ کے اجر کا صرف اللہ تعالیٰ سے خواہاں ہوں' اس کے بعد اللہ کی نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔

اَتُتۡرَكُوۡنَ فِىۡ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيۡنَۙ ﴿۱۴۶﴾ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍۙ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوۡعٍ وَّنَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ‌ۚ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ‌ۚ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‌ۚ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيۡعُوۡۤا اَمۡرَ الۡمُسۡرِفِيۡنَۙ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيۡنَ يُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾

کیا ان چیزوں میں جو یہاں ہیں' تم امن کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ ○ یعنی ان باغوں اور ان چشموں ○ اور ان کھیتوں اور ان کھجوروں کے باغوں میں جن کے

شگوفے بوجھ کے مارے ٹوٹے پڑتے ہیں ○ اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پرتکلف مکانات بنا رہے ہو ○ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آ جاؤ ○ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ○

صالح علیہ السلام کی باغی قوم: ☆☆ (آیت:۱۴۶-۱۵۲) حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے ہیں' انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے' جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے' کھیتیاں اور پھل پھول مہیا فرما دیئے ہیں' امن چین سے تمہاری زندگی کے ایام پورے کر رہا ہے' تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں میں اور اسی امن وامان میں نہیں چھوڑے جا سکتے۔ ان باغات اور ان دریاؤں میں' ان کھیتوں' ان کھجوروں کے باغات میں جن کے خوشے کھجوروں کی زیادتی کے مارے بوجھل ہو رہے ہیں اور جھکے پڑتے ہیں' جن میں تہہ بہ تہہ تر کھجوریں بھرپور لگ رہی ہیں' جو نرم خوش نما میٹھی اور خوش ذائقہ کھجوروں سے لدے ہوئے ہیں' تم اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان کو بہ آرام ہضم نہیں کر سکتے۔ اللہ نے تمہیں اس وقت جن مضبوط اور پرتکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے' اللہ کی توحید اور میری رسالت سے انکار کے بعد یہ بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ افسوس تم اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے' اپنا وقت اپنا روپیہ بے جا برباد کر کے یہ نقش ونگار والے مکانات' پہاڑوں میں بہ تصنع وتکلف صرف بڑائی اور ریاکاری کے لئے اپنی عظمت اور قوت کے مظاہرے کے لئے تراش رہے ہو جس میں کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا وبال تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ پس تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری اتباع کرنی چاہئے۔ اپنے خالق' رازق' منعم' محسن کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا چاہئے۔ جس کا نفع تمہیں دنیا اور آخرت میں ملے' تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے' اس کی تسبیح وتہلیل کرنی چاہئے' صبح شام اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ تمہیں اپنے ان موجودہ سرداروں کی ہرگز نہ ماننی چاہئے۔ یہ تو حدود اللہ سے تجاوز کر گئے ہیں۔ توحید کو' اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں' نافرمانی' گناہ' فسق وفجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلا رہے ہیں اور حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾

وہ بولے پس بجز اس کے نہیں کہ تو تو ان میں سے ہے' جن پر جادو کر دیا جائے ○ تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے' اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ ○

نبیؐ کا اپنے آپ سے تقابل: ☆☆ (آیت:۱۵۳-۱۵۴) ثمودیوں نے اپنے نبی کو جواب دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ گو ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تو مخلوق میں سے ہے اور اس کی دلیل میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن ظاہر معنی پہلے ہی ہیں۔ اسی کے ساتھ انہوں نے کہا' تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم میں سے تو کسی پر وحی نہ آئے اور تجھ پر آ جائے۔ کچھ نہیں۔ یہ صرف بناوٹ ہے' ایک خود ساختہ ڈرامہ ہے' محض جھوٹ اور صاف طوفان ہے۔ اچھا ہم کہتے ہیں' اگر تو واقعی سچا نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا' اس وقت ان کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے اور یک زبان ہو کر سب نے معجزہ طلب کیا تھا۔

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ
وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ
الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾

ع ۸ ۱۲

آپؑ نے فرمایا' یہ ہے اونٹنی۔ پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقرر دن کی باری پانی پینے کی تمہاری ○ خبردار اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کرلے گا ○ پھر بھی انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر تو پشیمان ہو گئے۔ اور عذاب نے انہیں آ دبو چا بے شک اس میں عبرت ہے' اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہ تھے ○ اور بے شک تیرا رب بڑا زبردست اور مہربان ہے ○

(آیت: ۱۵۵-۱۵۹) آپ نے پوچھا کہ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا' یہ سامنے جو پتھر کی بڑی ساری چٹان ہے' یہ ہمارے دیکھتے ہوئے پھٹے اور اس میں سے ایک گابھن اونٹنی اس اس رنگ کی اور ایسی ایسی نکلے۔ آپ نے فرمایا' اچھا اگر میں رب سے دعاء کروں اور وہ یہی معجزہ میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے' پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہو گا؟ سب نے پختہ وعدہ کیا۔ قول وقرار کیا کہ ہم سب ایمان لائیں گے اور آپؑ کی نبوت مان لیں گے۔ آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھائیں۔ آپ نے اسی وقت نماز شروع کر دی۔ پھر اللہ عزوجل سے دعا کی' اسی وقت وہ پتھر پھٹا اور اسی طرح کی ایک اونٹنی ان کے دیکھتے ہوئے اس میں سے نکلی۔ کچھ لوگ تو حسب اقرار مومن ہو گئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی کافر کے کافر رہے۔ آپ نے فرمایا' اب سنو ایک دن یہ پانی پئے گی اور ایک دن پانی کی باری تمہاری مقرر رہے گی۔ اب تم میں سے کوئی اسے برائی نہ پہنچائے ورنہ بدترین عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ ایک عرصے تک تو وہ رکے رہے۔ اونٹنی ان میں رہی۔ چارہ چگتی اور اپنی باری والے دن پانی پیتی۔ اس دن یہ لوگ اس کے دودھ سے ہی سیر ہو جاتے۔ لیکن ایک مدت کے بعد ان کی بدبختی نے انہیں آ گھیرا' ان میں کے ایک بڑے ملعون نے اونٹنی کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور کل اہل شہر اس کے موافق ہو گئے چنانچہ اس کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا جس کے نتیجے میں انہیں سخت ندامت اور پشیمانی اٹھانی پڑی۔ عذاب اللہ نے انہیں دفعتہً آن دبوچا۔ ان کی زمینیں ہلا دی گئیں اور ایک چیخ سے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔ دل اڑ گئے' کلیجے پاش پاش ہو گئے اور وہم و گمان بھی جس چیز کا نہ تھا' وہ آن پڑا' اول تا آخر سب غارت ہو گئے اور دنیا جہان کے لئے یہ خوفناک واقعہ عبرت افزا ہو گیا۔ اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں دیکھ کر بھی ان میں سے اکثر لوگوں کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ غالب ہے اور وہ رحیم بھی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾
وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ ؕ
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ
لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا
لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾
قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ ؕ

قوم لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا ○ ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم خوف الٰہی نہیں رکھتے؟ ○ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں ○ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے ○ کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ ○ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری جوڑ بنایا ہے' چھوڑ دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہو ہی حد سے گزر جانے والے ○ انہوں نے جواب دیا کہ اے لوطؑ اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا ○ آپ نے فرمایا' میں تو تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں ○

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم: ☆☆ (آیت ۱۶۰-۱۶۴) اب اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے۔ ان کا نام لوط بن ہاران بن آزر تھا۔ یہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ سدوم اور اس کے پاس بستے تھے۔ بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے۔ سب کے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی باقی رہ گئی۔ یہ اب تک بھی بلاد غور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے۔ ان لوگوں نے بھی رسول اللہ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں اللہ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی۔ اپنا رسول ہو کر آنا ظاہر کیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے ڈرایا' اللہ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے ٹکے کا محتاج نہیں' میں صرف اللہ واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ تم اپنے اس خبیث فعل سے باز آؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کی نہ مانی بلکہ ایذائیں پہنچانے لگے۔

ہم جنس پرستی کا شکار: ☆☆ (آیت:۱۶۵-۱۶۸) لوط نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی خاص بدکرداری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے اپنی خواہش پوری کرو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے جوڑا بنا دیا ہے۔ رب کی مقررہ حدوں کا ادب واحترام کرو۔ اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط علیہ السلام اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے جلاوطن کر دیں گے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاکباز لوگوں کو تو الگ کر دو۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں' میں اسے پسند نہیں کرتا' میں اللہ کے سامنے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾
اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا
عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ
وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع ۱۶ ۹ ۱۴
كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ
اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

میرے پروردگار مجھے اور میرے گھرانے کو اس وبال سے بچالے جو یہ کرتے ہیں ○ پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو سب کو بچالیا ○ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی ○ پھر ہم نے باقی کے اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا' پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے

ہوئے لوگوں پر برسا ○ یہ ماجرا بھی سراسر عبرت ہے' ان میں کے بھی اکثر مسلمان نہ تھے ○ بے شک تیرا پروردگار وہی ہے غلبے والا مہربانی والا ○ ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا ○ جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟ ○

(آیت:۱۶۹-۱۷۵) پھر اللہ سے ان کے لئے بددعا کی اور اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہی کے ساتھ تباہ ہوئی۔ جیسے کہ سورۂ اعراف' سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بالتفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ اپنے والوں کو لے کر اللہ کے فرمان کے مطابق اس بستی سے چل کھڑے ہوئے۔ حکم تھا کہ آپ کے نکلتے ہی ان پر عذاب آئے گا۔ اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب برباد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی۔ اور ان کا انجام بد ہوا۔ یہ بھی عبرتناک واقعہ ہے۔ ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے۔ رب کے غلبے میں' اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

شعیب علیہ السلام: ☆☆ (آیت:۱۷۶-۱۸۰) یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے' آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف کی ہے جسے یہ لوگ پوجتے تھے۔ ایکہ ایک درخت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کو ان کی امتوں کا بھائی فرمایا گیا' انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا ورنہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے۔ بعض لوگ جن کے ذہن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی' وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا بھائی نہیں فرمایا گیا۔ یہ اور ہی قوم تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی۔ بعض کہتے ہیں' ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نہیں بھیجا سوائے حضرت شعیب علیہ السلام کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک چنگھاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور وہ برباد ہوئے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے راویوں میں ایک راوی اسحاق بن بشر کاہلی ہے جو ضعیف ہے۔ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے۔ اور ایک بزرگ فرماتے ہیں' اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابن عساکر میں ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قوم مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں۔ ان دونوں امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو۔ صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہیں۔ دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں مگر وہ ایک ہی ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کا وعظ ایک ہی ہے۔ دونوں کو ناپ تول صحیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٧٩﴾ وَمَا
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾
وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا
الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾

میں تمہاری طرف امانت دار اور رسول ہوں ○ تو تم اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو ○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا' میرا اجر تمام جہان کے پالنے والے کے پاس ہے ○ ناپ پورا بھرا کرو' کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو ○ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو ○ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو ب باکی کے ساتھ زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو ○ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے ○

ڈنڈی مار قوم : ☆☆ (آیت:۱۸۱-۱۸۴) حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پورا پیمانہ بھر کر دو' اس کے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا لو اور دینے کے وقت کم دو؟ لین دین دونوں صاف اور پورا رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بٹے بھی پورے رکھو۔ تول میں عدل کرو' ڈنڈی نہ مارو' کم نہ تولو۔ کسی کو اس کی چیز کم نہ دو۔ کسی کی راہ نہ مارو۔ چوری چکاری لوٹ مار' غارتگری' رہزنی سے بچو۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر' خوف زدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو۔ اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے۔ جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے یہی لفظ آیت وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا میں بھی اسی معنی میں ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا
مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۶

کہنے لگے تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے ○ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں ○ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے ○ کہا کہ میرا رب خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو ○ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا ○ یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے ○ اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا ○

مشرکین کی وہی حماقتیں : ☆☆ (آیت:۱۸۵-۱۹۱) ثمودیوں نے جو جواب اپنے نبی کو دیا تھا' وہی جواب ان لوگوں نے بھی اپنے رسولوں کو دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے۔ تیری عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ تو ہم جیسا ہی انسان ہے اور ہمیں تو یقین ہے کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ اللہ نے تجھے نہیں بھیجا۔ اچھا تو اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ آسمانی عذاب ہم پر لے آ۔ جیسے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں جب تک کہ تو عرب کی اس ریتیلی زمین میں دریا نہ بہا دے' یہاں تک کہا کہ یا تو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسے کہ تیرا خیال ہے یا تو اللہ تعالیٰ کو یا فرشتوں کو کھلم کھلا لے آئے۔ اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا الٰہی اگر یہ تیرے پاس سے ہے اور حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ اسی طرح ان جاہل کافروں نے کہا کہ تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا

دے۔ رسول علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کو تمہارے اعمال بخوبی معلوم ہیں۔ جس لائق تم ہو وہ خود کر دے گا۔ اگر تم اس کے نزدیک آسمانی عذاب کے قابل ہو تو بلا تاخیر تم پر آسمانی عذاب آ جائے گا' اللہ ظالم نہیں کہ بے گناہوں کو سزا دے۔

بالآخر جس قسم کا عذاب یہ مانگ رہے تھے' اسی قسم کا عذاب ان پر آیا۔ انہیں سخت گرمی محسوس ہوئی' سات دن تک گویا زمین ابلتی رہی۔ کسی جگہ کسی سایہ میں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ ہوئی' تڑپ اٹھے' بیقرار ہو گئے' سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آ رہا ہے' وہ آ کر ان کے سروں پر چھا گیا' یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہو گئے تھے۔ اس کے نیچے جا بیٹھے۔ جب سارے کے سارے اس کے سائے میں پہنچ گئے' وہیں بادل میں سے آگ برسنے لگی۔ ساتھ ہی زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی ایک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے' جان نکل گئی اور سارے کے سارے بہ یک آن تباہ و ویران ہو گئے۔ اس دن کے سائبان والے سخت عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ سورۂ اعراف میں تو فرمایا گیا ہے کہ ایک زلزلے کے ساتھ ہی یہ سب ہلاک ہو گئے۔ سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ایک خطرناک دل شکن چیخ تھی اور یہاں بیان ہوا کہ انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے قابو کر لیا تو تینوں مقامات پر تینوں عذابوں کا ایک ایک کر کے ذکر اس مقام کی عبارت کی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ سورۂ اعراف میں ان کی اس خباثت کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکایا تھا کہ اگر تم ہمارے دین میں نہ آئے تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ چونکہ وہاں نبی کے دل کو ہلانے کا ذکر تھا' اس لئے عذاب بھی ان کے جسموں کو مع دلوں کے ہلا دینے والے یعنی زلزلے اور جھٹکے کا ذکر ہوا۔ سورۂ ہود میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کو بطور مذاق کے کہا تھا کہ آپ تو بڑے بردبار اور بھلے آدمی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ بڑے بکی بکواسی اور برے آدمی ہیں تو وہاں عذاب میں چیخ اور چنگھاڑ کا بیان ہوا۔ یہاں چونکہ ان کی آرزو آسمان کے ٹکڑے کے گرنے کی تھی تو عذاب کا ذکر بھی سائبان نما ابر کے ٹکڑے سے ہوا۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ' کہیں ٹھنڈک کا نام نہیں تھا' تلملا اٹھے۔ اس کے بعد ایک ابر اٹھا اور اُمڈا۔ اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسی۔ یہ بھی مروی ہے کہ ابر جو بطور سائباں کے تھا' ان کے جمع ہوتے ہی ہٹ گیا اور سورج سے ان پر آگ برسی۔ جس نے ان سب کا بھرتا بنا دیا۔ محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اہل مدین پر تینوں عذاب آئے' شہروں میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر حدود شہر سے باہر آ گئے۔ باہر جمع ہوتے ہی گھبراہٹ' پریشانی اور بے کلی شروع ہو گئی تو وہاں سے بھگدڑ مچی لیکن شہر میں جانے سے ڈرے۔ وہیں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ایک جگہ ہے' ایک اس کے نیچے گیا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کر کے سب کو آواز دی کہ یہاں آ جاؤ' یہاں جیسی ٹھنڈک اور تسکین تو کبھی دیکھی ہی نہیں۔ یہ سنتے ہی سب اس کے نیچے جمع ہو گئے کہ اچانک ایک چیخ کی آواز آئی جس سے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ سخت گرج' کڑک اور گرمی شروع ہوئی جس سے سانس گھٹنے لگے اور بے چینی حد کو پہنچ گئی۔ گھبرا کر شہر چھوڑ کر میدان میں جمع ہو گئے۔ یہاں بادل آیا جس کے نیچے ٹھنڈک اور راحت حاصل کرنے کے لئے سب جمع ہوئے۔ وہیں آگ برسی اور سب جل بھن گئے۔ یہ تھا سائبان والے بڑے بھاری دن کا عذاب جس نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ یقیناً یہ واقعہ سراسر عبرت اور قدرت الٰہی کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ان میں سے اکثر بے ایمان تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بد بندوں سے انتقام لینے میں غالب ہے' کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے نیک بندوں پر مہربان ہے۔ انہیں بچا لیا کرتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾

بے شک وشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے ○ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے ○ تیرے دل پر اترا ہے تا کہ تو آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائے ○ صاف عربی زبان میں ہے ○

مبارک کتاب: ☆☆ (آیت:۱۹۲-۱۹۵) سورت کی ابتدا میں قرآن کریم کا ذکر آیا تھا۔ وہی ذکر پھر تفصیلاً بیان ہو رہا ہے کہ یہ مبارک کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ روح الامین سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہیں جن کے واسطے سے یہ وحی سرور رسل علیہ السلام پر اتری ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ قل من کان عدو الجبریل یعنی اس قرآن کو بحکم الٰہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تیرے دل پر نازل فرمایا ہے' یہ قرآن اگلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ یہ فرشتہ ہمارے ہاں ایسا مکرم ہے کہ اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جس سے روح الامین بولے' اسے زمین نہیں کھاتی۔ اس بزرگ بامرتبہ فرشتے نے جو فرشتوں کا سردار ہے' تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام الٰہی کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل کچیل سے' کمی زیادتی سے' نقصان اور کجی سے پاک ہے۔ تا کہ تو اللہ کے مخالفین کو' گنہگاروں کو اللہ کی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے۔ اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی مغفرت و رضوان کی خوشخبری پہنچا سکے۔ یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے۔ تا کہ ہر شخص سمجھ سکے' پڑھ سکے۔ کسی کا عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ کی حجت بن جائے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نہایت فصاحت سے ابر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہؓ کہہ اٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو کمال درجے کی فصیح و بلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی۔ قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے۔ فرمان ہے بلسان عربی مبین۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' وحی عربی میں اتری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی۔ ہاں جنتیوں کی زبان عربی ہوگی (ابن ابی حاتم)

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا مذکور ہے ○ کیا انہیں یہ نشان کافی نہیں کہ حقانیت قرآن کو تو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں ○ اگر ہم اسے کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے ○ اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے باور کرنے والے نہ ہوتے ○

بشارت وتصدیق یافتہ کتاب: ☆☆ (آیت:۱۹۶-۱۹۹) فرماتا ہے کہ اللہ کی اگلی کتابوں میں بھی ... ب اور آخری اللہ کے کلام کی پیشین گوئی اور اس کی تصدیق وصفت موجود ہے۔ اگلے نبیوں نے بھی اس کی بشارت دی ہے۔ یہاں تک کہ ان تمام نبیوں کے آخری نبی جن کے بعد حضور علیہ السلام تک اور کوئی نبی نہ تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جمع کر کے جو خطبہ دیتے ہیں' اس میں فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو اگلی کتابوں کو سچا بتانے کے ساتھ ہی آنے والے رسول حضرت محمد ﷺ کی

بشارت تمہیں سناتا ہوں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے' یہاں زبر کا لفظ کتابوں کے معنی میں ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ جو کچھ یہ کر رہے ہیں' سب کتابوں میں تحریر ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ سمجھیں اور ضد اور تعصب نہ کریں تو قرآن کی حقانیت پر یہی دلیل کیا کم ہے کہ خود بنی اسرائیل کے علماء اسے مانتے ہیں۔ ان میں سے جو حق گو اور بے تعصب ہیں وہ توراۃ کی ان آیتوں کا لوگوں پر کھلے عام ذکر کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بعثت' قرآن کا ذکر اور آپ کی حقانیت کی خبر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے حق گو حضرات نے دنیا کے سامنے توراۃ و انجیل کی وہ آیتیں رکھ دیں جو حضور ﷺ کی شان والا شان کو ظاہر کرنے والی تھیں۔

اس کے بعد کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس فصیح و بلیغ' جامع و بالغ' حق کلام کو ہم کسی عجمی پر نازل فرماتے' پھر بھی کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ مگر مشرکین قریش اپنے کفر اور اپنی سرکشی میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اس وقت بھی وہ ایمان نہ لاتے۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر آسمان کا دروازہ بھی ان کے لئے کھول دیا جاتا اور یہ خود چڑھ جاتے' تب بھی یہی کہتے' ہمیں نشہ پلا دیا گیا ہے۔ ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور آیت میں ہے' اگر ان کے پاس فرشتے آ جاتے اور مردے بول اٹھتے' تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو چکا' عذاب ان کا مقدر ہو چکا اور ہدایت کی راہ مسدود کر دی گئی۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو لا رکھا ہے ○ وہ جب تک دردناک عذابوں کا ملاحظہ نہ کر لیں' ایمان نہ لائیں گے ○ پس وہ عذاب تو ان کے پاس ناگہاں آ جائے گا' انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا ○ اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ ○ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟ ○ اچھا یہ بھی بتلا دو کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا ○ پھر انہیں وہ عذاب آ لگا جس سے یہ دھمکائے جاتے تھے ○ تو جو کچھ بھی یہ برتتے رہے' اس میں سے کچھ بھی انہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا ○ ہم نے جس بستی کو ہلاک کیا ہے' اسی حال میں کہ اس کے ڈرانے والے تھے ○ نصیحت کرنے کے لئے ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں ○

کفر و انکار: ☆☆ (آیت: ۲۰۰-۲۰۹) تکذیب و کفر' انکار و عدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے۔ یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں' ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بے سود ہوگا' ان پر لعنت برس چکی ہوگی۔ برائی مل چکی ہوگی۔ نہ پچھتانا کام آئے نہ معذرت نفع دے۔ عذاب الٰہی آئیں گے اور اچانک ان کی بے خبری میں ہی آ جائیں گے۔ اس وقت ان کی تمنائیں اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں' بے سود ہوں گی۔ ایک انہی پر کیا موقوف ہے' ہر ظالم' فاجر' فاسق' کافر' بدکار عذاب کو

دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے۔ نادم ہوتا ہے' توبہ تلا کرتا ہے مگر سب لاحاصل۔

فرعون ہی کو دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی جو قبول ہوئی' عذاب کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے کہ ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا۔ پھر ان کی ایک اور بدبختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے' اگر سچے ہو تو عذاب الٰہی لاؤ۔ اگرچہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک' کچھ مدت تک انہیں عذاب سے بچائے رکھیں۔ پھر ان کے پاس ہمارا مقررہ عذاب آ جائے۔ ان کا حال' ان کی نعمتیں' ان کی جاہ و حشمت' غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس وقت تو یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے یَوَدُّ اَحَدُهُمْ الخ ان میں سے ہر ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذاب ہٹا نہیں سکتی۔ یہی یہاں بھی فرمایا ہے کہ اسباب ان کے کچھ کام نہ آئیں گے' الٹا عذاب میں مبتلا ہوتے وقت ان کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے کے رکھے رہ جائیں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا' پھر آگ میں ایک غوطہ دلوا کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے تو کہے گا اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی اور ایک اس شخص کو لایا جائے گا جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت چکھی ہی نہ ہو۔ اسے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ کیا تو نے عمر بھر کبھی کوئی برائی دیکھی ہے؟ تو وہ کہے گا "اے اللہ تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی کوئی زحمت نہیں اٹھائی"۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا تو نے کبھی کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا۔

اللہ عزوجل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے حجت ختم ہونے سے پہلے کسی امت کو ختم نہیں کیا۔ رسولوں کو بھیجتا ہے' کتابیں اتارتا ہے' خبریں دیتا ہے' ہوشیار کرتا ہے۔ پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے پہلے ہی' ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دیئے ہوں۔ ڈرانے والے بھیج کر' نصیحت کر کے' عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا' تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بستیوں کی صدر بستی میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

اس قرآن کو شیطان نہیں لائے ○ نہ وہ اس کے قابل ہیں نہ انہیں اس کی طاقت ہے ○ بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں ○

یہ کتاب عزیز: ☆☆ (آیت: ۲۱۰-۲۱۲) یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا' جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتری ہے' جس کو روح الامین جو قوت و طاقت والے ہیں' لے کر آئے ہیں' اسے شیاطین نہیں لائے۔ پھر ان کے نہ لانے پر تین وجوہات بیان کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس کے لائق ہی نہیں۔ ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے نہ کہ راہ راست پر لانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے' ان کے سراسر خلاف ہے۔ یہ نور ہے' یہ ہدایت ہے' یہ برہان ہے۔ اور شیاطین ان تینوں چیزوں سے چڑتے ہیں' وہ ظلمت کے دلدادہ اور ضلالت کے ہیرو ہیں۔ وہ جہالت کے شیدا ہیں۔ پس اس کتاب میں اور ان میں تو تباین اور اختلاف ہے۔ کہاں وہ کہاں یہ؟ دوسری وجہ یہ کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں' وہاں ان میں اس کو اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں۔ یہ تو وہ ذی عزت اور

مرتبے والا کلام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر بھی اترے تو اسے چکنا چور کر دے۔

پھر تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیئے گئے تھے۔ انہیں تو سننا بھی نہیں ملا۔ تمام آسمان پر سخت پہرہ چوکی تھی' یہ سننے کے لئے چڑھتے تھے تو ان پر آگ برسائی جاتی تھی۔ اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا۔ تاکہ اللہ کا کلام محفوظ طریقے پر ان کے نبی ﷺ کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق الٰہی کو پہنچے۔ جیسے سورۂ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرے چوکی سے بھرپور پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے' پہلے تو ہم بیٹھ کر اکا دکا بات اڑا لایا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگاتے ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا کے قابل بن جائے ○ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے ○ ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے ○ اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کر رہے ہو ○ اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ ○ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے ○ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی ○ وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب جاننے والا ہے ○

مستحق سزا لوگوں سے الگ ہو جاؤ: ☆☆ (آیت: ۲۱۳-۲۲۰) خود اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' جو بھی ایسا کرے گا' وہ ضرور مستحق سزا ہے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر دے کہ بجز ایمان کے کوئی چیز نجات دہندہ نہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ موحد' متبع سنت لوگوں سے فروتنی کے ساتھ ملتا جلتا رہ۔ اور جو بھی میرے حکم نہ مانے' خواہ کوئی ہو' تو اس سے بے تعلق ہو جا۔ اور اپنی بیزاری کا اظہار کر دے۔ یہ خاص طور کی' خاص لوگوں کی تنبیہہ عام لوگوں کی تنبیہہ کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس کا جز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے' تو اس قوم کو ڈرا دے جن کے بڑے بھی ڈرائے نہیں گئے اور جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور آیت میں ہے۔ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا تاکہ تو مکے والوں کو اور اس کے اردگرد والوں کو سب کو ڈرائے۔ اور آیت میں ہے' تو اس قرآن سے انہیں ہوشیار کر دے جو اپنے رب کے پاس جمع ہونے سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ دیگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ تو اس قرآن سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دے اور سرکشوں کو ڈرا دے۔ اور آیت میں فرمایا۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ تاکہ میں اسی قرآن کے ساتھ تمہیں اور جسے بھی یہ پہنچے ڈرا دوں۔ اور فرمان ہے' اس کے ساتھ ان تمام فرقوں میں سے جو بھی کفر کرے' اس کی سزا جہنم ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے' اس کی قسم' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اس امت میں سے جس کے کان میں میری رسالت کی بات پڑ جائے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو ضرور وہ جہنم میں جائے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ انہیں سن لیجئے۔

(۱) مسند احمد میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تو آنحضرت ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور یا صباحاہ کر کے آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے' جو نہیں آ سکتے تھے' انہوں نے اپنے آدمی بھیج دیئے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا' اے اولاد عبدالمطلب! اے اولاد فہر! بتاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر تمہارے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے اور گھات میں ہے' موقعہ پاتے ہی تم سب کو قتل کر ڈالے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ ہاں ہم آپ کو سچا ہی سمجھیں گے۔ اب آپؐ نے فرمایا' سن لو میں تمہیں آنے والے سخت عذابوں سے ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب ملعون نے کہا' تو ہلاک ہو جائے۔ یہی سنانے کے لیئے تو نے ہمیں بلایا تھا۔ اس کے جواب میں سورۂ تبت یدا اتری (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۲) مسند احمد میں ہے' اس آیت کے اترتے ہی اللہ کے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے' اے فاطمہ بنت محمد ﷺ' اے صفیہ بنت عبدالمطلب سنو' میں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آ سکتا۔ ہاں میرے پاس جو مال ہو' جتنا تم چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں (مسلم)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس آیت کے اترتے ہی حضور ﷺ نے قریشیوں کو بلایا اور انہیں ایک ایک کر کے اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا' اے قریشیو! اپنی جانیں جہنم سے بچالو۔ اے کعب کے خاندان والو! اپنی جانیں آگ سے بچالو۔ اے ہاشم کی اولاد کے لوگو! اپنے آپ کو اللہ کے عذابوں سے چھڑ والو۔ اے عبدالمطلب کے لڑکو! اللہ کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمدؐ! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے' قسم اللہ کی' میں اللہ کے ہاں کی کسی چیز کا مالک نہیں۔ بے شک تمہاری قرابت داری ہے جس کے دینوی حقوق میں ہر طرح ادا کرنے کو تیار ہوں۔ (مسلم وغیرہ) بخاری و مسلم میں بھی قدرے الفاظ کی تبدیلی سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی فرمایا کہ میرے مال میں سے جو چاہو' مجھ سے طلب کر لو۔ ابو یعلی میں ہے کہ آپ نے فرمایا' اے قصی' اے ہاشم' اے عبد مناف کی اولاد! یاد رکھو میں ڈرانے والا ہوں اور موت بدلہ دینے والی ہے' اس کا چھاپہ پڑنے ہی والا ہے اور قیامت وعدہ گاہ ہے۔

(۴) مسند احمد میں ہے' حضور ﷺ پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے' وہاں پہنچ کر آپؐ نے فرمایا' اے بنی عبد مناف! میں تو صاف چوکنا کر دینے والا ہوں' میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے عزیزوں کو ہشیار کرنے کے لئے آیا تا کہ وہ بچاؤ کر لیں' دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں (مسلم' نسائی وغیرہ)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا' یہ تیس شخص تھے' جب یہ کھا پی چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا' کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے۔ اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے۔ وہ جنت میں بھی میرا ساتھی اور میری اہل میں میرا خلیفہ ہو گا۔ تو ایک شخص نے کہا' آپ تو ایک سمندر ہیں۔ آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپؐ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے لئے تیار ہوں (مسند احمد) ایک اور سند سے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا۔ یہ ایک جماعت تھی اور بڑے کھاؤ تھے۔ ایک ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا اور ایک بڑا بدھنا دودھ کا پی جاتا تھا۔ آپ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤ کے قریب کھانا پکوایا لیکن اللہ نے اسی میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کمی نظر آتی تھی نہ پینے

کی چیز گھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا' اے اولاد عبدالمطلب! میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس وقت تم ایک معجزہ بھی میرا دیکھ چکے ہو۔ اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے۔ وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہو گا لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا۔ سوا میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے میری بیعت لی۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپؐ نے فرمایا' اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کروں گا تو وہ نہ مانیں گے اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے۔ پس آپؐ خاموش ہو گئے' اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے۔ حضرت ﷺ اگر آپ نے تعمیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپ کو سزا ہو گی' اسی وقت آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا' مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دوں' میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر پہلے ہی سے ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذا پہنچے' میں خاموش رہا لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہو گا۔ تو اب اے علیؓ' تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکا لو۔ اور کوئی تین سیر اناج بھی تیار کر لو اور ایک بدھنا دودھ کا بھی بھر لو۔ اور اولاد عبدالمطلب کو بھی جمع کر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دے دی۔ چالیس آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک آدھ زیادہ' ان میں آپ کے چچا بھی تھے۔ ابو طالب' حمزہ' عباس اور ابولہب کافر خبیث۔ میں نے سالن پیش کیا تو آپؐ نے اس میں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی۔ پھر اسے ہنڈیا میں ڈال دیا اور فرمایا' لو اللہ کا نام اور کھانا شروع کرو۔ سب نے کھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا' صرف ان کی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا تھا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت تو کھا لیتا تھا۔ پھر مجھ سے فرمایا' اے علی انہیں پلاؤ۔ میں وہ بدھنا لایا۔ سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیا اور خوب آسودہ ہو گئے لیکن دودھ بالکل کم نہیں ہوا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا۔ اب حضورؐ نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جادوگری محض اس لئے تھی۔ چنانچہ مجمع اسی وقت اکھڑ گیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا اور حضورؐ کو نصیحت و تبلیغ کا موقعہ نہ ملا۔ دوسرے روز آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا' آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کچھ کہنے کا وقت ہی نہیں دیا۔ میں نے پھر اسی طرح کا انتظام کیا۔ سب کو دعوت دی۔ آئے۔ کھایا پیا پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر وہی بات کہی اور اسی طرح سب تتر بتر ہو گئے۔ تیسرے دن پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ سے یہی فرمایا۔ آج جب سب کھا پی چکے تو حضورؐ نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کر دی اور فرمایا' اے بنو عبدالمطلب! واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں' میں دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا' اب بتاؤ تم میں سے کون میرے ساتھ اتفاق کرتا ہے اور کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اس کی راہ کی دعوت دوں' جو آج میری مان لے گا' وہ میرا بھائی ہو گا اور یہ درجے ملیں گے۔ لوگ سب خاموش ہو گئے لیکن حضرت علیؓ جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور دکھتی آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے' بول اٹھے' یا رسول اللہ اس امر میں آپ کی وزارت میں قبول کرتا ہوں۔ آپ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور ایسی ایسی فضیلتوں والا ہے۔ تم اس کی سنو اور مانو۔ یہ سن کر وہ سب لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے۔ لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان۔ لیکن اس کا راوی عبدالغفار بن قاسم بن ابی مریم متروک ہے' کذاب ہے اور ہے بھی شیعہ۔ ابن مدینی وغیرہ فرماتے ہیں' یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا' دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس کو ضعیف

لکھا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اس دعوت میں صرف بکری کے ایک پاؤں کا گوشت پکا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ خطبہ دینے لگے تو انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ آج جیسا جادو تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر سب خاموش ہو گئے۔ اس میں آپ کا خطبہ یہ ہے کہ کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمہ لے اور میری اہل میں میرا خلیفہ بنے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ اور عباس بھی چپ تھے۔ صرف اپنے مال کے بخل کی وجہ سے۔ میں عباس کو خاموش دیکھ کر خاموش ہو رہا۔ آپؐ نے دوبارہ یہی فرمایا' دوبارہ بھی سب طرف خاموشی تھی۔ اب تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بول پڑا۔ میں اس وقت ان سب سے گری پڑی حالت والا' چندھی آنکھوں والا' بڑے پیٹ والا اور بوجھل پنڈلیوں والا تھا۔ ان روایتوں میں جو حضورؐ کا فرمان ہے کہ کون میرا قرض اپنے ذمے لیتا ہے اور میری اہل کی میرے بعد حفاظت اپنے ذمے لیتا ہے؟ اس سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ میں جب اس تبلیغ دین کو پھیلاؤں گا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤں گا تو سب کے سب میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔ یہی کھٹکا آپ کو لگا رہا یہاں تک کہ یہ آیت اتری وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچالے گا۔ اس وقت آپؐ بے خطر ہو گئے۔ اس سے پہلے آپؐ اپنی پہرہ چوکی بٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے اترنے کے بعد وہ بھی ہٹادی۔ اس وقت فی الواقع تمام بنو ہاشم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ایمان والا اور تصدیق و یقین والا کوئی نہ تھا۔

اسی لئے آپؓ نے ہی حضورؐ کے ساتھ کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے کوہ صفا پر عام دعوت دی اور اور لوگوں کو توحید خالص کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ ابن عساکر میں ہے' ایک مرتبہ ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے' فتوے دے رہے تھے' مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے لیکن آپ کے لڑکے اور گھر کے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ کسی نے ابو درداءؓ کو اس طرف توجہ دلائی کہ اور سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں اور آپؓ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں۔ وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے قرابت دار ہوئے ہیں۔ اسی بارے میں آیت وَاَنْذِرْ سے تَعْلَمُوْنَ تک ہے۔

پھر فرماتا ہے' اپنے تمام امور میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھو' وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے' وہی تمہاری تائید کرنے والا اور تمہارے کلمے کو بلند کرنے والا ہے۔ اس کی نگاہیں ہر وقت تم پر ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا اپنے رب کے حکموں پر صبر کر۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہم تمہارے رکوع وسجود دیکھتے ہیں۔ کھڑے ہو یا بیٹھے ہو یا کسی حالت میں ہو' ہماری نظروں میں ہو۔ یعنی تنہائی میں تو نماز پڑھے تو ہم دیکھتے ہیں اور جماعت سے پڑھے تو تو ہماری نگاہ کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت نماز میں آپ کو جس طرح آپ کے سامنے کی چیزیں دکھاتا تھا' آپ کے پیچھے کے مقتدی بھی آپ کی نگاہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے' حضورؐ فرمایا کرتے تھے' صفیں درست کر لیا کرو' میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا رہتا ہوں۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک نبی کی پیٹھ سے دوسرے نبی کی پیٹھ کی طرف منتقل ہونا برابر دیکھتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ بحیثیت نبی دنیا میں آئے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتیں خوب سنتا ہے' ان کی حرکات وسکنات کو خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ الخ تو جس حالت میں ہو' تم جتنا قرآن پڑھو' تم جو عمل کرو' اس پر ہم شاہد ہیں۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾ ع ۱۵

کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ○ وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں ○ اچٹتی ہوئی' سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں کے اکثر جھوٹے ہیں ○ شاعروں کی پیروی وہی کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک جنگل میں سرٹکراتے پھرتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ○ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا' جنہوں نے ظلم کیا ہے' وہ ابھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں ○

شیاطین اور جادوگر: ☆☆ (آیت:۲۲۱-۲۲۷) مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں' اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے یا اس کے پاس جنوں کا کوئی سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ جس قرآن کو لائے ہیں' وہ اللہ کا کلام ہے' اسی کا اتارا ہوا ہے۔ بزرگ امین طاقتور فرشتہ اسے لایا ہے۔ یہ کسی شیطان یا جن کی طرف سے نہیں' شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں' اس کی تعلیمات ان کے یکسر خلاف ہیں۔ انہیں کیا پڑی کہ ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتائیں۔ وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں۔ بدکردار اور گنہگار ہوں۔ ایسے کاہنوں اور بدکاروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال ہیں۔ اچٹتی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنائی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جو آسمان سے چھپے چھپائے سن لی تھی' سو جھوٹ اس میں ملا کر کاہنوں کے کان میں ڈال دی۔ انہوں نے اپنی طرف سے پھر بہت سی باتیں شامل کر کے لوگوں میں ڈینگیں مار دیں۔ اب ایک آدھ سچی بات تو سچی نکلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سو جھوٹی باتیں بھی سچی مان لیں اور تباہ ہوئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا' وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا' حضورؐ کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے باادب اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔ ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو۔ جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا؟ دوسرے جواب دیتے ہیں کہ حق نے یہ فرمایا اور وہ عالیشان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے۔ کبھی کبھی امر الٰہی سے چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے جو اس طرح ایک پر ایک ہو کر وہاں تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اس طرح دکھ کر انہیں ہلا

کر بتایا کہ اس طرح اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچاتے' اس سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی وہ پہنچا دیتے ہیں۔ اس میں کاہن و جادو گر اپنے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے۔ چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے۔ لوگ سب باتوں کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں۔ ان تمام احادیث کا بیان آیت حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمانی امر کی بات چیت بادلوں پر کرتے ہیں جسے شیطان سن کر کاہنوں کو پہنچاتے ہیں اور وہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے' کافر شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ عرب کے شاعروں کا دستور تھا' کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے' لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ عرج میں جا رہے تھے' راستہ میں ایک شاعر شعر خوانی کرتا ہوا ملا۔ آپ نے فرمایا' اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا روک لو۔ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ انہیں ہر جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کسی نے نہیں دیکھا؟ ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں۔ کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں۔ کبھی کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں' کبھی کسی کی مذمت میں آسمان زمین سر پر اٹھاتے ہیں۔ جھوٹی تعریفیں' خوشامدانہ باتیں' جھوٹی برائیاں' گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں۔ یہ زبان کے بھانڈ ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل۔ ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے ہجو کا مقابلہ کیا جس میں دونوں کی قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ ہیں۔ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جنہیں کسی نے کبھی کیا نہ ہو۔ اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائے گی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے ہیں۔ واقعی وہ فخر و غرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہو اور نہ ہی کر سکتے ہوں۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت نعمان بن عدی بن فضلہ کو بصرے کے شہر یسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ شاعر تھے' ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب یسان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں میں دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں کے گانے اور ان کے رقص و سرود مہیا ہیں' ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس سے بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں۔ اللہ کرے امیر المومنین کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ وہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے۔ یہ اشعار سچ مچ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچے۔ آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا۔ اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد حٰم کی تین آیتیں اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار میں نے سنے' مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمان دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کی' امیر المومنین واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی' نہ ناچ رنگ اور گانا بجانا دیکھا سنا۔ یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپؓ نے فرمایا' یہی میرا خیال ہے لیکن میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ایسے فحش گو شاعر کو کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر اگرچہ وہ قابل حد ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں' ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بدتر ہے۔ مطلب یہ کہ رسول کریم ﷺ نہ تو شاعر ہیں' نہ ساحر ہیں' نہ کاہن ہیں' نہ مفتری ہیں۔ آپ کا ظاہر ہر حال میں آپ کی ان عیوب سے برأت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے۔ جیسے فرمان ہے' تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ اس کے لائق ہے۔ یہ تو صرف نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔ اور آیت میں ہے کہ یہ رسول کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کا نہیں۔ تم میں ایمان کی کمی ہے۔ یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے۔ یہ تو رب العالمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اس سورت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے۔ روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ اس لئے کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اسے شیاطین لے کر نہیں آئے' نہ یہ ان کے لائق ہے' نہ ان کے بس کی بات ہے' وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے' مفتری اور بدکردار ہوتے ہیں' ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی ہوئی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں آ کر ڈال جاتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے یہ خود ہوتے ہیں۔ شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں زبانی باتیں بناتے ہیں' عمل سے کورے رہتے ہیں۔ اس کے بعد جو فرمان ہے' اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے' جب اتری تو دربار رسولؐ کے شعرا حضرت حسان بن ثابت' حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روتے ہوئے دربار نبی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں۔ اسی وقت آپ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو' ذکر اللہ کا بکثرت کرنے والے تم ہو' مظلوم ہو کر بدلہ لینے والے تم ہو' پس تم ان سے مستثنیٰ ہو (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک روایت میں حضرت کعبؓ کا نام ایک روایت میں صرف حضرت عبداللہ کی اس شکایت پر کہ یا رسولؐ اللہ شاعر تو میں بھی ہوں' اس دوسری آیت کا نازل ہونا مروی ہے لیکن ہے یہ قابل نظر۔ اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے۔ شعراء انصار جتنے بھی تھے' وہ سب مدینے میں تھے' پھر ان کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا یقیناً محل غور ہو گا اور جو حدیثیں بیان ہوئیں' وہ مرسل ہیں۔ اس وجہ سے اعتماد نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے' توبہ کر لے اور اس کے مقابلے میں ذکر اللہ بکثرت کرے' وہ بیشک اس برائی سے الگ ہے۔ حسنات سیآت کو دور کر دیتی ہیں جب کہ اس نے مسلمانوں کو اور دین حق کو برا کہا تھا' وہ برا تھا لیکن جب اس نے ان کی مدح کی' وہ برائی اچھائی سے بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن زبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام سے پہلے حضورؐ کی ہجو بیان کی تھی لیکن اسلام کے بعد بڑی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس ہجو کا عذر بھی بیان کرتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت شیطانی پنجہ میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب باوجود آپؐ کا چچازاد بھائی ہونے کے آپؐ کا جانی دشمن تھا اور بہت ہی ہجو کیا کرتا تھا۔ جب مسلمان ہو گئے تو ایسے مسلمان ہوئے کہ دنیا بھر میں حضورؐ سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ اکثر آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوا تو حضورؐ سے کہنے لگا' مجھے تین چیزیں عطا فرمایئے۔ ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لئے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر دیجئے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا' اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں۔ آپؐ نے دونوں باتیں قبول فرما لیں۔ ایک تیسری درخواست بھی کی جو قبول کی گئی۔ پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے۔ ذکر اللہ خواہ وہ

اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں' یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں۔ یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا تھا' ان کفار کی ہجو کرو۔ جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت کعب بن مالک شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں سنی تو حضورؐ سے عرض کیا' آپ نے فرمایا' تم ان میں نہیں ہو' مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے' اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا' ظالموں کو اپنا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں' ظالم سے بچو۔ اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ شاعر نہ ہوں سب شامل ہیں۔ حضرت حسنؓ نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید تشریف لے گئے' اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا' اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد مشرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ سب پر مشتمل ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دو سطروں میں لکھی۔ جو یہ تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی۔ اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا ہے' فاجر بھی توبہ کر لیتا ہے۔ تب کاذب کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے۔ میں تم پر اپنا خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنا کر جا رہا ہوں۔ اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا اپنا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا۔ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔ سورۂ شعراء کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورة النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾ هُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ
الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿٦﴾

مہربانی اور کرم والے معبود کے نام سے

یہ آیتیں ہیں قرآن کی یعنی واضح اور روشن کتاب کی ○ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے ○ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے' ہم نے انہیں ان کے کرتوت زینت دار کر دکھائے ہیں۔ پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں جن کے لئے بری مار ہے اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں ○ بے شک تجھے اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جا رہا ہے ○

تفسیر سورۂ النمل: ☆☆ (آیت:۱-۶) حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں' ان پر پوری طرح بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم جو کھلی ہوئی واضح' روشن اور ظاہر کتاب ہے' یہ اس کی آیتیں ہیں جو مومنوں کے لئے ہدایت وبشارت ہیں۔ کیونکہ وہی اس پر ایمان لاتے ہیں' اس کی اتباع کرتے ہیں' اسے سچا جانتے ہیں' اس میں جو حکم احکام ہیں' ان پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نمازیں صحیح طور پر پڑھتے ہیں' فرضوں میں کمی نہیں کرتے' اسی طرح فرض زکوٰۃ بھی' دار آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں' موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو بھی مانتے ہیں۔ جنت ودوزخ کو حق جانتے ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں بھی ہے کہ ایمانداروں کے لئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کان تو بہرے ہیں' ان میں روئی دیئے ہوئے ہیں۔

اس سے خوشخبری پرہیزگاروں کو ہے اور بدکرداروں کو اس میں ڈراوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جو اسے جھٹلائیں اور قیامت کے آنے کو نہ مانیں' ہم بھی انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اسی میں وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے رہتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں۔ ان کی نگاہیں اور دل الٹ جاتے ہیں۔ انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن تمام اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی رہیں گے۔ بے شک آپ اے ہمارے نبیؐ ہم سے ہی قرآن لے رہے ہیں۔ ہم حکیم ہیں' امر ونہی کی حکمت کو بخوبی جانتے ہیں۔ علیم ہیں۔ چھوٹے بڑے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہیں۔ پس قرآن کی تمام خبریں بالکل صدق وصداقت والی ہیں۔ اور اس کے حکم احکام سب کے سب سراسر عدل اور انصاف والے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾

یاد ہوگا جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا' میں نے آگ دیکھی ہے' میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر آیا یا آگ کا سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا تاکہ تم سینک تاپ کر لو ○ جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے۔ تمام پاکی اس معبود برحق کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○ موسیٰ سن! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب باحکمت ○ تو اپنی لکڑی ڈال دے' موسیٰ نے جب اسے ہلتی جلتی دیکھا اس طرح کہ گویا وہ بہت بڑا سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا' اے موسیٰ خوف نہ کھا۔ میرے

حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے ○

آگ لینے گئے' رسالت مل گئی: ☆☆ (آیت: ۷-۱۴) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کلام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونیوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن ان کفار نے آپ کا انکار کیا' اپنے کفر وتکبر سے نہ ہٹے' آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے' رات آ گئی اور وہ بھی سخت اندھیرے والی۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اپنی اہل سے فرمایا کہ تم تو یہیں ٹھہرو۔ میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں۔ کیا عجب کہ وہاں جو ہو' اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں کہ تم اس سے ذرا سینک تاپ کر لو۔ ایسا ہی ہوا بھی کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا۔ فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے' اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز درخت ہے۔ اس پر آگ لپٹ رہی ہے' شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے۔ اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا۔ اور نور بھی رَبُّ الْعَالَمِيْن وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا۔ حضرت موسیٰؑ متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یکا یک ایک آواز آتی ہے کہ اس نور میں جو ہے' وہ پاکی والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے' وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ رات کے کام اس کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے۔ اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جس پر اس کی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات کو۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾
وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ
فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾
وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۱۴/۱۶

لیکن جو لوگ ظلم کریں' پھر اس کے عوض نیکی کریں' اس برائی کے پیچھے' تو بھی میں بخشنے والا مہربان ہوں ○ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال۔ وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے' تو نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے طرف جا' یقیناً وہ بدکاروں کا گروہ ہے ○ جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے' یہ تو صریح جادو ہے ○ انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ستم گاری اور تکبر کی بنا پر' پس دیکھ لے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا ○

ابوعبیدہ رحمتہ اللہ علیہ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ جو چاہتا ہے' کرتا ہے' مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں۔ اس کی

مصنوعات میں سے کوئی چیز کسی کے احاطے میں نہیں - وہ بلند و بالا ہے - ساری مخلوق سے الگ ہے' زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے' وہ احد و صمد ہے' وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے - پھر خبر دی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہے - وہی اس وقت سرگوشیاں کر رہا ہے جو سب پر غالب ہے' سب اس کے ماتحت اور زیر حکم ہیں - وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے - اس کے بعد جناب باری عز و جل نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اپنی لکڑی کو زمین پر ڈال دو تا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ اللہ تعالیٰ فاعل و مختار ہے - وہ ہر چیز پر قادر ہے - موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد سنتے ہی لکڑی کو زمین پر گرایا - اسی وقت وہ ایک پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا سانپ بن گئی اور بہت بڑے جسم کا سانپ' بڑی ڈراؤنی صورت' اس موٹاپے پر تیز تیز چلنے والا - ایسا جیتا جاگتا' چلتا پھرتا زبردست اژدہا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے - جان کا لفظ قرآن کریم میں ہے - یہ ایک قسم کے سانپ ہیں جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈلی لگانے والے ہوتے ہیں -

ایک حدیث میں ہے' رسول کریم ﷺ نے گھروں میں رہنے والے ایسے سانپوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے - الغرض جناب موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر ڈرے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر' پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے' ایسے دہشت زدہ تھے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا - اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ موسیٰ ڈرو نہیں - میں تو تمہیں اپنا برگزیدہ رسول اور ذی عزت پیغمبر بنانا چاہتا ہوں - اس کے بعد استثناء منقطع ہے - اس آیت میں انسان کے لئے بہت بڑی بشارت ہے کہ جس نے بھی کوئی برائی کا کام کیا ہو' پھر وہ اس پر نادم ہو جائے' اس کام کو چھوڑ دے' توبہ کر لے' اللہ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے - جیسے اور آیت میں ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الخ جو بھی توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور راہ راست پر چلے' میں اس کے گناہوں کا بخشنے والا ہوں - اور فرمان ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً ا اَوْیَظْلِمْ نَفْسَهٗ الخ جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھے' پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا -

اس مضمون کی آیتیں کلام الٰہی میں اور بھی بہت ساری ہیں - لکڑی کے سانپ بن جانے کے معجزے کے ساتھ ہی کلیم اللہ کو اور معجزہ دیا جاتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہو کر نکلے گا - یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جن سے میں تیری وقتاً فوقتاً تائید کرتا رہوں گا تا کہ فاسق فرعون اور اس کی فاسق قوم کے دلوں میں تیری نبوت کا ثبوت جگہ پکڑ جائے - یہ نو معجزے وہ تھے جن کا ذکر آیت وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ الخ میں ہے جس کی پوری تفسیر بھی اسی آیت کے تحت گزر چکی ہے - جب یہ واضح' ظاہر' صاف اور کھلے معجزے فرعونیوں کو دکھائے گئے تو وہ اپنی ضد میں آ کر کہنے لگے' یہ تو جادو ہے' لو ہم اپنے جادوگروں کو بلا لیتے ہیں - مقابلہ کر لو - اس مقابلہ میں اللہ نے حق کو غالب کیا اور یہ سب لوگ زیر ہو گئے مگر پھر بھی نہ مانے - گو دلوں میں اس کی حقانیت جم چکی تھی - لیکن ظاہر مقابلہ سے نہ ہٹے - صرف ظلم اور تکبر کی بناء پر حق کو جھٹلاتے رہے - اب تو دیکھ لے کہ ان مفسدوں کا انجام کس قدر حیرت ناک اور کیسا کچھ عبرت ناک ہوا؟ ایک ہی مرتبہ ایک ہی ساتھ سارے کے سارے دریا برد کر دیئے گئے - پس اس نبی آخر الزمان کے جھٹلانے والو! تم اس نبی کو جھٹلا کر مطمئن نہ بیٹھو - کیونکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اشرف و افضل ہیں - ان کی دلیلیں اور معجزے بھی ان کی دلیلوں اور معجزوں سے بڑے ہیں - خود آپ کا وجود' آپ کے عادات و اخلاق اور اگلی کتابوں کی اور اگلے نبیوں کی آپ کی نسبت بشارتیں اور ان سے اللہ کا عہد و پیمان یہ سب چیزیں آپ میں ہیں - پس تمہیں نہ مان کر نڈر اور بے خوف نہ رہنا چاہیے -

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ
وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ
مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمان کو علم دے رکھا تھا۔ دونوں نے کہا' تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ○ داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ دیئے گئے ہیں' بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے ○ سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرندے جمع کئے گئے۔ ہر ہر قسم الگ الگ کھڑی کر دی گئی ○

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر خصوصی انعامات: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۷) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے اور نبی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام پر فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکریئے کی بھی توفیق دی تھی۔ دونوں باپ بیٹے ہر وقت اللہ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے' دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی' اس سے افضل نعمت اور کیا ہوگی۔ حضرت داؤد کے وارث حضرت سلیمان ہوئے' اس سے مراد مال کی وارثت نہیں بلکہ ملک و نبوت کی وراثت ہے۔ اگر مالی میراث مراد ہوتی تو اس میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد کی سو بیویاں تھیں۔ انبیاء کے مال کی میراث نہیں بٹتی۔ چنانچہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے' ہم جماعت انبیاء ہیں' ہمارے ورثے نہیں بٹا کرتے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں۔ صدقہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی نعمتیں یاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں' یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان' جن' پرند سب تابع فرمان ہیں' پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں' یہ خاص اللہ کا فضل و کرم ہے جو کسی انسان پر نہیں ہوا۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے۔ یہ محض ان کی بے علمی ہے۔ بھلا سمجھو تو سہی۔ اگر واقعی یہی بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمانؑ کی خصوصیت ہی کیا تھی جسے آپ اس فخر سے بیان فرماتے کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھا دی گئی۔ پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمانؑ کی خصوصیت جاتی رہتی۔ یہ محض غلط ہے۔ پرند اور حیوانات ہمیشہ سے ایسے ہی رہے۔ ان کی بولیاں بھی ایسی ہی رہیں۔ یہ خاص اللہ کا فضل تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر چرند پرند کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی کہ ایک بادشاہت میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے' سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں۔ یہ تھا اللہ کا کھلا احسان آپ پر۔

مسند امام احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے۔ جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے۔ پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک

بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئیں اور دوسروں کو دکھایا۔ آپس میں سب کہنے لگیں' یہ کہاں سے آ گئے؟ دروازے بند ہیں' یہ داخل کیسے ہوئے؟ اس نے جواب دیا' وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے۔ وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے' مرحبا ہو مرحبا ہو۔ آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد پر سایہ کریں۔ انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اپنے سب پروں کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا' یا رسول اللہ پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا کہ اس طرح۔ اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آ گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان' جن پرند سب تھے۔ آپ سے قریب انسان تھے۔ پھر جن تھے۔ پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی' وہیں وہ رہتا۔

حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا' اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے ○ اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار' مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے۔ مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے ○

(آیت: ۱۸-۱۹) جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے' ایک جنگل پر گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ لشکر سلیمان کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' اس چیونٹی کا نام حرس تھا یہ بنو شعبان کے قبیلے سے تھی۔ تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیئے کے اسے خوف ہوا کہ یہ سب روندی جائیں گی اور پس جائیں گی۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ کو تبسم بلکہ ہنسی آ گئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا الہام کر جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ۔ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مومن ہوئے وغیرہ۔ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جن سے تو خوش ہو اور جب میری موت آ جائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفقاء میں ملا دے جو تیرے دوست ہیں۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ یہ چیونٹی مثل مکھیوں کے پردار تھی۔ اور بھی اقوال ہیں۔ نوف بکالی کہتے ہیں' یہ بھیڑیئے کے برابر تھی۔ ممکن ہے اصل میں لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کاتب کی غلطی سے وہ ذیاب لکھ دیا گیا ہو یعنی بھیڑیا۔ حضرت سلیمانؑ چونکہ جانوروں کی

بولیاں سمجھتے تھے' اس کی بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق ہیں' پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے ۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی ۔ یہ دعا اس چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا' لوٹ چلو ۔ کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے ۔ حضورؐ فرماتے ہیں' نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا ۔ انہوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا ۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر محض ایک چونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہمارا تسبیح خواں تھا' ہلاک کر دیا ۔ تجھے بدلہ لینا تھا تو اسی سے لیتا ۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾

آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے' یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا؟ ○ میں اسے سخت تر سزا دوں گا' یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے ○

ہد ہد: ☆☆ (آیت ۲۰-۲۱) ہد ہد فوج سلیمان میں مہندس کا کام کرتا تھا ۔ وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح نظر آتا تھا جیسے کہ زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے ۔ جب سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے' اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ یہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے' اتنا نیچا ہے' اتنا اونچا ہے وغیرہ ۔ حضرت سلیمانؑ اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا ۔ حضرت سلیمانؑ چاہتے تھے کہ ہد ہد کو پانی کی تلاش کا حکم دیں ۔ اتفاق سے وہ موجود نہ تھا ۔ اس پر آپ نے فرمایا' آج ہد ہد نظر نہیں آتا' کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا؟ یا واقع میں وہ حاضر ہی نہیں؟ ۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر سن کر نافع بن ارزق خارجی نے اعتراض کیا تھا ۔ یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہؓ کی باتوں پر بے جا اعتراضات کیا کرتا تھا ۔ کہنے لگا ۔ بس آج تو تم ہار گئے ۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا یہ کیوں؟ اس نے کہا' آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہد ہد زمین تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا' یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے ۔ ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر دانہ ڈال کر ہد ہد کو شکار کر لیتا ہے' اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کا اوپر کا جال اسے کیوں نہیں نظر آتا ۔ آپ نے فرمایا' اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباسؓ لاجواب ہو گیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی' سن جس وقت قضا آ جاتی ہے' آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے ۔ نافع لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا ۔ حضرت عبداللہ برزی ایک ولی اللہ شخص تھے ۔ پیر جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے ۔ اسی سال کی عمر تھی ۔ ایک آنکھ سے کانے تھے ۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا ۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے' مہینوں گذر گئے' نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے' آخر تنگ آ کر فرمایا' لو سن لو ۔ میرے پاس لولو خراسانی برزہ میں (جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے) آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں' میں انہیں وہاں لے گیا ۔ انہوں نے انگیٹھیاں نکالیں ۔ بخور نکالے اور جلانے شروع کئے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکنے لگی اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد شروع ہو گئی لیکن بے پرواہی سے بیٹھے رہے ۔ کسی سانپ کی طرف التفات تک نہ کرتے تھے ۔ تھوڑی دیر میں ایک

سانپ آیا جو ہاتھ بھر کا تھا اور اس کی آنکھیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے' ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔ انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں وہ سلائی پھیر لی' میں نے ان سے کہا کہ میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے ان سے منت سماجت کی۔ بہ مشکل وہ راضی ہوئے اور میری داہنی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی۔ اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں' ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا' اچھا اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلئے۔ میں نے منظور کر لیا۔ وہ باتیں کرتے ہوتے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے۔ جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال لی اور اسے پھینک دیا۔ اور مجھے یونہی بندھا ہوا چھوڑ کر دونوں کہیں چل دیئے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گزرا اور انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر رحم کھایا۔ قید و بند سے مجھے آزاد کیا اور میں چلا آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ کے جانے کا۔ (ابن عساکر)

حضرت سلیمان کے اس ہدہد کا نام عنبر تھا۔ آپ فرماتے ہیں' اگر فی الواقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا' اس کے پر نچوا دوں گا اور اس کو پھینک دوں گا کہ کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دوں گا۔ یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونے کی کوئی مقبول وجہ پیش کر دے۔ اتنے میں ہدہد آ گیا۔ جانوروں نے اسے خبر دی کہ آج تیری خیر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا یہ بیان کرو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا' پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں' اس کے بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا' میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہ تھی۔ میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں ○ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے ○

ہدہد کی غیر حاضری : ☆☆ (آیت:۲۲-۲۳) ہدہد کی غیر حاضری کو تھوڑی سی دیر گذری تھی جو وہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ اے نبی اللہ' جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں' میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں۔ ان کے سبا حمیر تھے اور یہ یمن کے بادشاہ تھے۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے۔ اس کا نام بلقیس بنت شرجیل تھا۔ یہ سب کی ملکہ تھی۔ قتادہ کہتے ہیں۔ اس کی ماں جنیہ عورت تھی۔ اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔

اور روایت میں ہے' اس کی ماں کا نام رفاعہ تھا۔ ابن جریج کہتے ہیں "اس کے باپ کا نام ذی سرخ تھا اور ماں کا نام بلتعہ تھا۔ لاکھوں کا اس کا لشکر تھا"۔ اس کی بادشاہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے مشیر و وزیر تین سو بارہ شخص ہیں' ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صنعاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی قول قرین قیاس ہے۔ اس کا

اکثر حصہ مملکت یمن میں ہے۔ واللہ اعلم۔

ہر قسم کا دنیوی ضروری اسباب اسے مہیا ہے۔ اس کا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے۔ سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جڑاؤ اور مروارید کی کاریگری اس پر ہوئی ہے' یہ اسی ہاتھ اونچا تھا اور چالیس ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھیں۔ اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھے' بہت بڑا محل تھا۔ بلند و بالا' کشادہ اور فراخ' پختہ' مضبوط اور صاف جس کے مشرقی حصہ میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت پر نہیں آتے ○ کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو' وہ سب کچھ جانتا ہے ○ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے ○

(آیت: ۲۴-۲۶) اس محل کو اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی کے مقابلہ کے طاق سے غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح شام اسے سجدہ کر لیتے۔ راجا پرجا سب آفتاب پرست تھے۔ اللہ کا عابد ان میں ایک بھی نہ تھا۔ شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان پر حق کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے۔ راہ راست یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی بجائے صرف اللہ ہی کی ذات کو سجدے کے لائق مانا جائے۔

جیسے فرمان قرآن ہے کہ "رات دن سورج چاند سب قدرت اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج کو چاند کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ سجدہ صرف اسی اللہ کو کرنا چاہئے جو ان سب کا خالق ہے" اَلَّا يَسْجُدُوْا کی ایک قرائت اَلَا يَا اسْجُدُوْا بھی ہے۔ یا کے بعد کا منادیٰ محذوف ہے یعنی اے میری قوم خبردار' سجدہ اللہ ہی کے لئے کرنا جو آسمان کی زمین کی ہر ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔ خَبْءَ کی تفسیر پانی اور بارش اور پیداوار سے بھی کی گئی ہے۔ کیا عجب کہ ہدہد کی جس میں یہی صفت تھی' یہی مراد ہو۔ اور تمہارے ہر مخفی اور ظاہر کام کو بھی وہ جانتا ہے۔ کھلی چھپی بات اس پر یکساں ہے۔ وہی تنہا معبود برحق ہے' وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ ہدہد خیر کی طرف بلانے والا' ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینے والا' اس کے سوا غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا' اسی لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار جانوروں کا قتل منع فرمایا۔ چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد اور صرد یعنی لٹورا۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾
اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ
مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ
كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۷

سلیمان نے کہا' اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے ○ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ وہ کہنے لگی' اے سردارو میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے ○ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے ○ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ ○

تحقیق شروع ہوگئی: ☆☆ (آیت: ۲۷-۳۱) ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمانؑ نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔ اسی سے فرمایا کہ میرا یہ خط بلقیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے' دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہدہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا۔ وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا' حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت بھی ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا۔ اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے امراء' وزراء' سرداروں اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے۔ اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے' وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے۔ سامنے باادب رکھ کر ایک طرف ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی باعزت شخص کا بھیجا ہوا ہے۔ پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمانؑ کا ہے اور اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں ان کے مقابلے کی تاب و طاقت نہیں۔ پھر خط کی بلاغت' اختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا کہ یہ مختصر سی عبارت بہت سی باتوں سے سوا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ علماء کرام کا مقولہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔

ایک غریب اور ضعیف حدیث ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپؐ نے فرمایا' میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری' میں نے کہا' حضور وہ کون سی آیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا' مسجد سے جانے سے پہلے ہی میں تجھے بتا دوں گا۔ اب آپ نکلنے لگے۔ ایک پاؤں مسجد سے باہر رکھ بھی دیا۔ میرے جی میں آیا' شاید آپ بھول گئے۔ اتنے میں آپؐ نے یہی آیت پڑھی۔ اور روایت میں ہے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی' حضور ﷺ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کیا۔ خط کا مضمون صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو' مجھے مجبور نہ کرو' میری بات مان لو' تکبر سے کام نہ لو' موحد' مخلص' مطیع بن کر میرے پاس چلی آؤ۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا
حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ
وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ
اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ
وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ
يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس نے کہا کہ اے میرے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔ میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی ○ ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں' آگے آپ کو اختیار ہے۔ آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں ○ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں' فی الواقع وہ اسی طرح کرتے تھے ○ میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں۔ پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں ○

بلقیس کو خط ملا: ☆☆ (آیت:۳۲-۳۵) بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط انہیں سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو' جب تک تم سے میں مشورہ نہ کرلوں' تم موجود نہ ہو تو میں چونکہ کسی امر کا فیصلہ تنہا نہیں کر لیتی' اس بارے میں بھی تم سے مشورہ طلب کرتی ہوں۔ بتاؤ کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہماری جنگی طاقت بہت کچھ ہے اور ہماری طاقت مسلم ہے۔ اس طرف سے تو اطمینان ہے۔ آگے جو آپ کا حکم ہو۔ ہم تابعداری کے لئے موجود ہیں۔ اس میں ایک حد تک سرداران لشکر نے لڑائی کی طرف اور مقابلے کی طرف رغبت دی تھی لیکن بلقیس چونکہ سمجھ دار عاقبت اندیش تھی اور ہدہد کے ہاتھوں خط کے ملنے کا ایک کھلا معجزہ دیکھ چکی تھی' یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کی طاقت کے مقابلے میں میرا لاؤ لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی۔ اس لئے اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے کہا' بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں' اجاڑ دیتے ہیں۔

جناب باری نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ فی الواقع یہ صحیح ہے۔ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس نے جو ترکیب سوچی تھی کہ ایک چال چلے اور حضرت سلیمانؑ سے موافقت کر لے' صلح کر لے۔ وہ اس نے ان کے سامنے پیش کی۔ کہا کہ اس وقت تو میں ایک گراں بہا تحفہ انہیں بھیجتی ہوں۔ دیکھتی ہوں اس کے بعد وہ میرے قاصدوں سے کیا فرماتے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے قبول فرمالیں اور ہم آئندہ بھی انہیں یہ رقم بطور جزیئے کے بھیجتے رہیں اور انہیں ہم پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام کی قبولیت میں اسی طرح اس نے ہدیئے بھیجنے میں نہایت دانائی سے کام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ پیسہ روپیہ وہ چیز ہے کہ فولاد کو بھی نرم کر دیتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی آزمانا تھا کہ دیکھیں وہ ہمارے اس مال کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبول کر لیا تو سمجھ لو کہ وہ ایک بادشاہ ہیں۔ پھر ان سے مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر واپس کر دیا تو ان کی نبوت میں شک نہیں۔ پھر مقابلہ سراسر بے سود بلکہ مضر ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

جب قاصد حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا' کیا تم مال سے مجھے تھپک دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے' پس تم ہی اپنے اس تحفے سے خوش رہو ○ جا ان کی طرف واپس لوٹ جا۔ ہم ان کے مقابلہ پر وہ لشکر لائیں گے جن کے سامنے پڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور انہیں ہم ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے ○

(آیت: ۳۶-۳۷) بلقیس نے بہت ہی گراں قدر تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ سونا' موتی' جواہر وغیرہ سونے کی کثیر مقدار اینٹیں' سونے کے برتن وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں' کچھ بچے عورتوں کے لباس میں اور کچھ عورتیں لڑکوں کے لباس میں بھیجیں اور کہا کہ اگر انہیں وہ پہچان لے تو اسے نبی مان لینا چاہئے۔ جب یہ حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچے تو آپ نے سب کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ لڑکیوں نے تو برتن سے پانی بہا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور لڑکوں نے برتن میں ہی ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ اس سے آپ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ پہچان کر الگ الگ کر دیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور یہ لڑکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس طرح پہچانا کہ لڑکیوں نے تو پہلے اپنے ہاتھ کے اندرونی حصہ کو دھویا اور لڑکوں نے ان کے برخلاف بیرونی حصے کو پہلے دھویا۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت نے اس کے برخلاف ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک لے گئے۔ ان میں سے کسی میں نفی کا امکان نہیں' واللہ اعلم۔ یہ بھی مذکور ہے کہ بلقیس نے ایک برتن بھیجا تھا کہ اسے ایسے پانی سے پر کر دو جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اس نے کچھ خرمہرے اور ایک لڑی بھیجی تھی۔ آپ نے انہیں لڑی میں پرو دیا۔ یہ سب اقوال عموماً بنی اسرائیل کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں۔ اب اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں سے واقع میں کون سا ہوا یا کچھ بھی نہیں ہوا؟ البتہ بظاہر تو الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا۔ اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے۔ مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ملک' مال' لاؤ لشکر سب میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں میں ہوں۔ فالحمد للہ۔ تم ہی اپنے اس ہدیئے سے خوش رہو۔ یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے۔ یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دو یا تلوار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے' اس سے پہلے کہ اس کے قاصد پہنچیں' حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے سونے چاندی کے ایک ہزار محل تیار کر دیئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے' ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے' یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا۔ یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لئے کچھ تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیئے انہیں کو واپس کرو اور ان سے کہو' مقابلے کی تیاری کر لیں' یاد رکھو' میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکتے' انہیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انہیں ان کی سلطنت سے بیک بینی و دو گوش ذلت و حقارت کے ساتھ نکال دیں گے' ان کے تخت و تاج کو روند دیں گے۔ جب قاصد اس تحفے کو واپس لے کر پہنچے اور شاہی پیغام بھی سنا دیا' بلقیس کو آپؑ کی نبوت کا یقین ہو گیا اور خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہو گئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے' جب آپؑ نے اس کا یہ قصد

معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ
مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ
عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ
اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ
رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا
يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

آپ نے فرمایا' اے سردارو تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے؟ ○ ایک سرکش جن کہنے لگا' آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں۔ اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں' یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانتدار ○ جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں۔ اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں' جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تا کہ مجھے وہ آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پرواہ اور بزرگ ہے' غنی و کریم ہے ○

بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت ملا: ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۰) جب قاصد پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی ہے' واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تا کہ خود آپ سے مل کر دینی معلومات حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشفی کر لوں۔ یہ کہلوا کر یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے۔ اپنا لاجواب بیش قیمت جڑاؤ تخت جو سونے کا تھا' سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے نائب کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کی اور بارہ سردار جن میں سے ہر ایک کے تحت ہزاروں آدمی تھے' اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم' دم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے' جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے' فرمایا کوئی ہے جو اس کے تخت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچا دے؟ کیونکہ جب وہ یہاں آ جائیں گی اور اسلام میں داخل ہو جائیں گی' پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوزن تھا اور جو مثل ایک بڑے پہاڑ کے تھا' بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار برخواست کریں' اس سے پہلے میں لا دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے' صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس نے کہا' میں اس تخت کے اٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔ اس میں کوئی چیز نہیں چراؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا' میں چاہتا ہوں اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اس تخت کے منگوانے سے غرض یہ تھی کہ اپنے ایک زبردست معجزے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے سات مقفل مکانوں میں رکھا تھا' وہ

اس کے آنے سے پہلے دربار سلیمانی میں موجود ہے (وہ غرض نہ تھی جو اوپر روایت قتادہ بیان ہوئی) حضرت سلیمان کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا' وہ بولا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ آصف تھے جو حضرت سلیمانؑ کے کاتب تھے۔ ان کے باپ کا نام برخیا تھا' یہ ولی اللہ تھے۔ اسم اعظم جانتے تھے۔ پکے مسلمان تھے۔ بنو اسرائیل میں سے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ ان کا نام اسطوم تھا۔ بلیخ بھی مروی ہے' ان کا لقب ذوالنور تھا۔

عبداللہ بن لھیعہ کا قول ہے' یہ خضر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑائیے۔ جہاں تک پہنچے۔ نظر کیجئے۔ ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں اسے لا دوں گا۔ پس حضرت سلیمانؑ نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا' نظر کی۔ ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا یَاذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یا فرمایا یَااِلٰھَنَا وَاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِھَا اسی وقت تخت بلقیس سامنے آ گیا۔ اتنی ذرا سی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں وہ تخت پہنچ گیا اور لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا' یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے' وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے' وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں۔ جیسے فرمان ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ الخ جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہے' وہ اپنے لئے۔ اور جگہ ہے' جو نیکی کرتے ہیں' وہ اپنے لئے ہی اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا' تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ سے کفر کرنے لگو تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ وہ غنی ہے اور حمید ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان' جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا' یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہوں گے اور تم کو ہی ملیں گے۔ جو بھلائی پائے تو اللہ کا شکر کرے اور جو برائی پائے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۱۳ ۱۸

حکم دیا کہ اس کے اس تخت میں کچھ پھیر بدل کر دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے O پھر جب وہ آ گئی تو اس سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسا ہی تیرا بھی تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے' ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے O اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی' یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی O اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو' جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے' اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے۔ کہنے لگی میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا' اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرماں بردار بنتی ہوں O

بلقیس کا تخت آنے کے بعد: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۴) اس تخت کے آ جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر و تبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ و روغن میں بھی تبدیلی کر دی گئی۔ نیچے اوپر سے بھی کچھ بدل دیا گیا۔ کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تا کہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں پہچان سکتی؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہ ہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی' عقلمندی' زیرکی' دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے۔ دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے مگر بہ ظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو اس نے بیچ کی بات کہی۔ حضرت سلیمان نے فرمایا' اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔ بلقیس کو اللہ کے سوا اوروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے توحید الٰہی سے روک دیا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا۔ اس سے پہلے کافروں میں سے تھی۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے۔ جیسے عنقریب بیان ہو گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا تھا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لبالب حوض تھا' شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے۔ حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے ٹخنے چوپایوں کے کھروں جیسے ہیں' اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا۔ جب یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے پائنچے اٹھائے' آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے' غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور پیر بالکل انسانوں جیسے ہی ہیں۔ کوئی نئی بات یا بدصورتی نہیں۔ ہاں چونکہ بے نکاحی تھی' پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے استرے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے کہا' اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا' کوئی اور چیز بناؤ جن سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی۔ یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تلاش کی گئی۔ محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے' اپنے دربار سے' اپنی رونق سے' اپنے سامان سے' اپنے لطف و عیش سے' خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ و حشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر و تجبر کا خاتمہ بھی یقینی تھا۔ یہ جب اندر آنے لگی اور حوض کی حد پر پہنچی تو اسے لہلہاتا ہوا دریا سمجھ کر پائنچے اٹھائے۔ اسی وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی۔ یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم تر کئے آ سکتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہی اس کے کان میں آپ نے صدائے توحید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی' اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی' دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ میرا ملک تو اس کے پاسنگ میں بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اور اوپر شیشہ ہے۔ بیچ میں تخت سلیمانی ہے۔ اوپر سے پرندوں کا سایہ ہے۔ جن و انس سب حاضر ہیں اور تابع فرمان۔ جب اسے توحید کی دعوت دی گئی تو بے دینوں کی طرح اس نے بھی زندیقانہ جواب دیا جس سے اللہ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی۔ اسے سنتے ہی سلیمان

علیہ السلام اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر آپ کا سارا لشکر بھی۔ اب تو وہ بہت ہی نادم ہوئی۔ ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اس نے کہا' مجھ سے غلطی ہوئی۔ اور اسی وقت رب کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی۔ چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہوگئی۔

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباسؓ سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اس کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھتے اور اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھتے' پھر ان کے بعد شیاطین بیٹھتے' پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھما دیتی۔ پھر پرند آ کر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے' پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح مہینے بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی۔ اسی طرح شام کو مہینے بھر کی دوری طے ہوتی۔ ایک مرتبہ اسی طرح آپ جا رہے تھے۔ پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو ہدہد کو غائب پایا۔ بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا' کیا وہ جمگھٹے میں مجھے نظر نہیں پڑتا یا سچ مچ غیر حاضر ہے؟ اگر واقعی وہ غیر حاضر ہے تو اسے سخت سزا دوں گا بلکہ ذبح کر دوں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے۔ ایسے موقعہ پر پرندوں کے پر نچوا کر آپ زمین پر ڈلوا دیتے تھے' کیڑے مکوڑے کھا جاتے تھے۔ اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود حاضر ہوتا ہے۔ اپنا سبا جانا اور وہاں کی خبر لانا بیان کرتا ہے۔ اپنی معلومات کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سبا کے نام ایک چٹھی دے کر دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں اس خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سما جاتی ہے۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے۔ وہ اپنی قوت' طاقت' فوج' ٹھاٹھ بیان کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں' صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ برے وقت کو اور اپنی شکست کے انجام کو خیال کر کے اس ارادے سے باز رہتی ہے اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تحفے اور ہدیے حضرت سلیمانؑ کے پاس بھیجتی ہے۔ جسے سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں۔ اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے۔ جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد کو سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں' تب فرماتے ہیں کہ اس کا تخت اٹھوا لاؤ۔ ایک جن کہتا ہے کہ بہتر میں ابھی لاتا ہوں۔ آپ یہاں سے اٹھیں۔ اس سے پہلے ہی پہلے اسے دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا' کیا اس سے بھی جلد ممکن ہے؟ اس پر یہ تو خاموش ہو گیا لیکن اللہ کے علم والے نے کہا' ابھی ایک آنکھ جھپکتے ہی۔ اتنے میں تو دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمانؑ تخت شاہی پر چڑھتے تھے' اسی کے نیچے سے بلقیس کا تخت نمایاں ہوا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا' لوگوں کو نصیحت کی اور اس میں کچھ تبدیلیاں کرنے کا حکم دیا۔ اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کی بابت پوچھا تو اس نے کہا گویا وہی ہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں۔ ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو نہ آسمان سے برسا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی' اول انسانوں سے دریافت فرماتے پھر جنوں سے۔ پھر شیطانوں سے۔ اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا' اللہ تعالیٰ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں تو اسے تجھ سے دریافت ہی نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بے فکر ہو جاؤ۔ میں نے کفایت کر دی۔ آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا۔ اس نے کہا۔ پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے کچھ نہیں پوچھا۔ یہ خود اور اس کے سارے لشکری اس دوسرے سوال کو ہی بھول گئے۔ آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا کہ اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ بجز پانی کے اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنے نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہوگئی تو یہ

ہم سے ہمیشہ کے لئے گئے۔ اس لئے انہوں نے حوض بنایا۔ پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنا دیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ دے۔ وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلقیس دربار میں آئی اور وہاں سے گذرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پائنچے اٹھا لئے' حضرت سلیمان نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ استرے سے منڈ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے۔ کوئی اور ترکیب بتاؤ۔ پس شیاطین نے طلا بنایا جس کے لگاتے ہی بال اڑ گئے۔ پس اول اول بال صفا طلا حضرت سلیمانؑ کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اس قصے کو نقل کر کے لکھا ہے' یہ کتنا اچھا قصہ ہے لیکن میں کہتا ہوں' بالکل منکر اور سخت غریب ہے۔ یہ عطا بن سائب کا وہم ہے جو اس نے ابن عباسؓ کے نام سے بیان کر دیا ہے۔ اور زیادہ قرین قیاس امر یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دفاتر سے لیا گیا ہے جو مسلمانوں میں کعب اور وہب نے رائج کر دیا تھا۔ اللہ ان سے درگذر فرمائے۔ پس ان قصوں کا کوئی اعتماد نہیں۔ بنو اسرائیل تو جدت پسند اور جدت طراز تھے۔ بدل لینا' گھڑ لینا' کمی زیادتی کر لینا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے ان کا محتاج نہیں رکھا۔ ہمیں وہ کتاب دی اور اپنے نبی کی زبانی وہ باتیں پہنچائیں جو نفع میں' وضاحت میں' بیان میں' ان کی باتوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں' ساتھ ہی بہت مفید اور نہایت احتیاط والی۔ فالحمدللہ۔

صرح کہتے ہیں محل کو۔ اور بلند اونچی عمارت کو۔ چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا یمن کے ایک خاص ممتاز اور بلند محل کا نام بھی صرح تھا۔ اس سے مراد ہر وہ بناء ہے جو محکم' مضبوط' استوار اور قوی ہو۔ یہ بنا بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔ دومتہ الجندل میں ایک قلعہ ہے۔ اس کا نام بھی مارد ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملکہ نے حضرت سلیمانؑ کی یہ رفعت' یہ عظمت' یہ شوکت' یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور و فکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان کی سیرت' ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اسی وقت مسلمان ہو گئی' اپنے اگلے شرک و کفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان کی مطیع بن گئی۔ اللہ کی عبادت کرنے لگی' جو خالق' مالک' متصرف اور مختار کل ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ
بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے ○ آپ نے فرمایا' اے میری قوم کے لوگو' تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں مچا رہے ہو' تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ وہ کہنے لگے۔ ہم تو تیری اور تیری ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو ○

صالح علیہ السلام کی ضدی قوم: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۷) حضرت صالح جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان میں دو فریق بن گئے۔ ایک جماعت مومنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ یہ آپس میں گتھ گئے جیسے

اور جگہ ہے کہ متکبروں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا' بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا کافر ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بجائے رحمت طلب کرنے کے اور عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تا کہ نزول رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے یہ ماننے والے۔ یہی فرعونیوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں' ان کے لائق تو ہم ہیں لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں' وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں۔

اور آیت میں ہے وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ الخ یعنی اگر انہیں کوئی بھلائی مل جاتی ہے تو کہتے ہیں' یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے' تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ کی قضا و قدر سے ہے۔ سورۂ یٰسین میں بھی کفار کا اپنے نبیوں کو یہی کہنا موجود ہے قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ہم تو آپ سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ رہے تو ہم تو تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت تکلیف دیں گے۔ نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالحؑ نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو اللہ کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بلکہ تم تو فتنے میں ڈالے ہوئے لوگ ہو۔ تمہیں آزمایا جا رہا ہے' اطاعت سے بھی اور معصیت سے بھی اور باوجود تمہاری معصیت کے تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے' اس کے بعد پکڑے جاؤ گے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ○ انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالح اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کی اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں ○ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے ○ اب دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا ○ یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں' جو لوگ علم رکھتے ہیں' ان کے لئے اس میں بڑا نشان ہے ○ ہم نے ان میں جو ایمان لائے تھے اور پرہیزگاری کرتے تھے' بال بال بچا لیا ○

اونٹنی کو مار ڈالا: ☆☆ (آیت: ۴۸-۵۳) ثمود کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں۔ یہی ان کے

رؤسا اور سردار تھے' انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ رعی' رعم' ہرم' ہریم' داب' صواب' مطع' قدار بن سالف۔ یہی آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔ جس کا بیان آیت فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ اور آیت اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا میں ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح کا فساد ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے' جس میں ہے کہ بلا ضرورت سکے کو جو مسلمان میں رائج ہو' کاٹنا حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے۔ اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات کو صالح کو اور اس کے گھرانے کو قتل کر ڈالو۔ اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالحؑ تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب الٰہی ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے' سارے ہی ایک ساتھ مر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح والی اونٹنی کو قتل کیا۔ اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں اور اس کے والی وارثوں کو ہلاک کر دو اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو۔ اس ارادے سے چلے۔ راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ ان کے مشوروں میں جو اور جماعت شریک تھی' انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا اور واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لینے چلے۔ دیکھا کہ سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں' بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالحؑ پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کے لئے نکلے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آ گئی اور کہنے لگی' دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب الٰہی تم پر آئے گا۔ تم یہ تین دن گذرنے دو۔ اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔

فی الواقع ان سے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم اب تین دن تک تو مزے اڑا لو پھر اللہ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صالحؑ کی زبانی یہ سب سن کر کہنے لگے' یہ تو اتنی مدت کہہ رہا ہے' آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں۔ جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی' اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے' اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے۔ چٹان آ کر غار کے منہ پر اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا۔ وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے' نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔

حضرت صالحؑ اور باایمان لوگوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جانیں اللہ کے عذابوں میں گنوا دیں۔ انھوں نے مکر کیا۔ ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا۔ اور انہیں اس سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہو سکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو سنسان پڑی ہیں' ان کے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے' ان کے بارونق شہر تباہ کر دیئے گئے۔ ذی علم لوگ ان نشانوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے ایمان دار متقیوں کو بال بال بچا لیا۔

وَلُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا
اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

لوط کا ذکر کر جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا باوجود دیکھنے بھالنے کے پھر بھی تم بدکاری کر رہے ہو؟ ○ یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو ○ قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو۔ یہ تو بڑی پاکبازی کر رہے ہیں ○

ہم جنسوں سے جنسی تعلق: ☆☆ (آیت: ۵۴-۵۶) اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی امت یعنی اپنی قوم کو اس کے اس نالائق فعل پر جس کا فاعل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا یعنی اغلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پاجی فعل کو پوشیدہ کرنا بھی کچھ اتنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجمعوں میں واہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنی اس جہالت سے باز آؤ۔ تم تو ایسے گئے گذرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی طہارت بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ الخ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں' چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جب لوط اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہیں اور نہ وہ تمہاری مانتے ہیں' نہ تم ان کی۔ تو پھر ہمیشہ کی اس بحث تکرار کو ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو دیس نکالا دے کر ان کے روزمرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ ع ۱۴
اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

پس ہم نے اسے اور اس کی اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا۔ اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے ○ اور ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسا دی۔ پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی ○ تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○

(آیت: ۵۷-۵۸) جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اپنے پاک بندے حضرت لوطؑ کو اور ان کی اہل کو ان سے اور جو عذاب ان پر آئے' ان سے بچا لیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی' وہ پہلے

سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جا چکی تھی' وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور ان کے طریقوں میں مدد دیتی تھی۔ ان کی بداعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔ اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ معاذ اللہ ان کی اس فحش کاری میں یہ شریک نہ تھی۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کی بزرگی کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو۔ اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے' ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے بچ نہ سکا۔ ظالموں سے اللہ کی سزا دور نہیں۔ ان پر حجت ربانی قائم ہو چکی تھی' انہیں ڈرایا اور دھمکایا جا چکا تھا' تبلیغ رسالت کافی طور پر ہو چکی تھی لیکن انہوں نے مخالفت میں' جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ نبی اللہ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت اس بدترین بارش نے یعنی سنگ باری نے انہیں فنا کر دیا۔

(آیت:۵۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ ساری تعریفوں کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اسی نے اپنے بندوں کو اپنی بے شمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ اس کی صفتیں عالی ہیں۔ اس کے نام بلند اور پاک ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجیں جیسے انبیاء اور رسول۔ حمد وصلوۃ کا ساتھ ہی ذکر آیت سُبۡحٰنَ رَبِّكَ الخ میں بھی ہے۔ برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب رسولؐ ہیں اور خود انبیاء علیہم السلام بطور اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے تابعداروں کے بچا لینے اور مخالفین کے غارت کر دینے کی نعمت بیان فرما کر اپنی تعریفیں کرنے اور اپنے نیک بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بطور سوال کے مشرکوں کے اس فعل پر انکار کیا کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پاک اور بری ہے۔

الحمدللہ! اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے پارہ انیس بھی تکمیل کو پہنچا۔